

سیرۃ ناطقہ

معشائے نیشواں ^{یعنی}

جسمینِ اسلامی دور کی ممتاز اور مشہور عورتوں کے
 علمی مذہبی اور اخلاقی کارنامے مستند کتابوں سے لیکر
 بیان ہوئے ہیں۔ یہ سبق آموز تذکرے صلاحِ معیشت و
 معاشرت کا بہت کچھ قیمتی مواد اپنے اندر رکھتے ہیں۔
 مسلمانوں کی قومی نیشوانی زندگی کے لئے
 اس کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

مولانا مقصود احمد صاحب بھوپالی
 (جیل کاتب)

میں جو صدیق بکڈ پوائس آبا دیا رکھنے شائع کیا

دُعا

اسلامی دنیا کے استحکام اور بقا میں جہاں اور حالات وابستہ ہیں۔ وہاں مذہبی بنیاد بھی اس لوہان غالبان کو مضبوط بنائے ہوئے ہیں۔ سچ ہے کہ دنیا میں مذہب ہی ایک ایسی چیز ہے جو ایک طرف تو تمدن، شائستگی، اور تہذیب کی رونق ہے اور دوسری طرف روحانیت کی ایسی دلپند اور دلکش تعلیم دے رہا ہے جس سے تہذیب حاضرہ کی بے اعتدالیوں کا کافی۔ سہ باب ہو جائے۔ مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے کہ ان کے لٹریچر کی عام رفتار میں۔ مذہبی کتابیں بھی ضرور نظر آتی ہیں۔ اور ہر سال ان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ ان کتابوں کے پڑھنے والوں کی تعداد خود کتنی ہی کم کیوں نہ ہوتا ہم احساس عام ضرور ہے اور اسلامی لٹریچر کی کثرت ایک نئے سرے پر غنی المزاج لوگوں کی نگاہوں کو اپنی طرف کھینچ لے گی۔

جو کتاب سوقت پیش کی جاتی ہے گو وہ صفحات کے لحاظ سے ضخیم نہ ہو لیکن اپنی جامعیت کے لحاظ سے ضرور اہمیت رکھتی ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ قدر دانوں میں قدر کی نظر سے دیکھی جائے گی۔

اس موضوع پر دو ایک کتابیں جدید لشیوں میں لکین ان میں رطب و یابس، مفروضات موضوعات کا نظریہ ذخیرہ اس قدر موجود ہے جس نے اصل واقعات میں بھی شک و شبہ کے خیالات پیدا کر دیئے ہیں۔ اس لئے ضرورت تھی کہ ایک چھوٹی سی کتاب (ہینڈ بک) اہل واقعات پر روشنی ڈالے اور جس میں روایت و روایت کا کافی لحاظ رکھا گیا ہو۔

مسلمان خواتین کے لئے یہ کتاب بہت مفید ہے اور اس قسم کی مذہبی کتابوں کی ان کے لئے بہت ضرورت ہے۔ اور ان کے مطالعہ کی میز پر اس قسم کی کتابیں لازمی ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ مسلم خواتین اس کتاب سے کہ جس میں ہمد رسالت کی صنف نازک کی مبارک
 بیشچاہنیدوں کا زمانہ۔ اخلاق و اخلاص، خود داری، استبازی، صداقت گوئی۔ حق پرستی،
 حیرت انگیز جرأت، شجاعت، دلیری، تمدن، معاشرت، خانہ داری کی اہم ذمہ داریاں،
 محنت و جانفشانی، عدل و انصاف، ایثار و نفس، خدا ترسی، شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری،
 شوہر سے محبت۔ اولاد کی تعلیم و تربیت، ادب و تعظیم، تکریم، شاعرانہ تخیلات، غرض کہ ہر قسم
 کے سبق آموز حالات مستند روایات مختلف تواریخ مقبرہ سے اخذ کر کے درج کئے گئے ہیں۔
 استفادہ حاصل کر کے دعائے خیر سے یاد کریں گی۔ وَمَا لَوْ فِیْہِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

خاکسار
 مقصود احمد

بھوپال۔ ۵ فروری ۱۹۲۵ء

حضرت زینب رضی

نام { جناب سول خدا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی کا نام زینبؓ ہے جو راہِ الٰہی میں شہید ہوئیں، اُن کی نسبت حضرت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا وہ میری سب سے اچھی لڑکی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی ہے اُن کی والدہ محترمہ حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد الغزی بن قحطیؓ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے تصدیق رسالت کی اور جب مکہ فضائل و مناقب اسقدر ہیں کہ اُمّتِ مسلمہ میں اُن کا وہی مرتبہ ہے جو اُمّتِ بائیسہ میں حضرت مریمؑ کا، الیوم کا قول ہے کہ سب صاحبزادیوں میں یہ بڑی صاحبزادی تھیں اس میں کوئی اختلاف نہیں، اور وہ لوگ اختلاف کرتے ہیں وہ صحیح نہیں اور نہ قابلِ توجہ ہے، اب اگر اختلاف ہو تو اس میں کہ اولاد رسولِ صلعم میں اولاً حضرت زینبؓ پیدا ہوئیں یا حضرت قاسمؓ، علمائے نسب کے ایک گروہ کا قول ہے کہ اول حضرت قاسمؓ پیدا ہوئے اُن کے بعد حضرت زینبؓ، ابنِ کلبی کہتے ہیں کہ پہلے زینبؓ پیدا ہوئیں پھر قاسمؓ، بہر حال سب صاحبزادیوں میں حضرت زینبؓ سب سے بڑی ہیں۔

ولادت { حضرت زینبؓ کے حالات طفولیت کا کتبِ تواریخ میں کہیں پتہ نہیں چلتا اس لیے اُن کا حالِ نمانہ شادی سے قلمبند کیا جاتا ہے۔

نکاح { آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے پہلے حضرت زینبؓ کی شادی کسی میں قبل نبوت اُن کے حقیقی خالہ زاد بھائی ابوالعاص (لقب بلقیط) بن بیع بن عبد الغزی بن نجیح بن مناف کے ساتھ ہوئی جو حضرت خدیجہؓ کی حقیقی بہنِ مالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے۔ حضرت زینبؓ کے چہرہ میں بخجلہ بکر سامان کے ایک عقیقِ یمنی کا بار تھا جو حضرت خدیجہؓ نے دیا تھا چونکہ عقیقِ یمنی کا بار ایک خاص ہم واقعہ سے تعلق رکھتا ہے اس لیے اُس کے بیان

لہذا زقانی بخوالہ طحاوی ترجمہ حضرت زینبؓ علیہا طبقات صفحہ ۳۷۲ ایضاً، علیہا ایضاً، شہ ایضاً،۔

(عام حالات) میں درج کیا جائے گا۔

اسلام جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منصب نبوت پر فائز ہوئے تو حضرت زینبؓ بھی اسلام لے آئیں، اور اپنے شوہر ابوالعاص کے اسلام لانے سے پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

عام حالات چونکہ ابوالعاص شرک میں مبتلا تھے جو جب احکام اسلامی ذوحین میں تفریق کی ضرورت تھی کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مکہ میں مغلوب تھے اور کوئی اسلامی قوت موجود نہیں تھی، کفار کی ایذا رسانی کا بازار گرم تھا، اشاعت اسلام کا کام ابتدائی حالت میں تھا غرض کہ یہ ایک پُر آشوب ماحول تھا اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلحتاً ذوحین میں تفریق نہیں فرمائی تھی۔

اشاعت اسلام کے ساتھ کفار کی زبردست مخالفت بھی روز بروز بڑھتی جاتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے کا کوئی طریقہ ایسا نہ تھا جو انھوں نے اختیار نہ کیا ہو، منجملہ اور ایذا رسانی کے ایک طریقہ یہ بھی اختیار کیا کہ قریش کے چند لوگوں نے ابوالعاص کو مجبور کیا کہ وہ حضرت زینبؓ کو طلاق دیدیں اور بجائے لٹنے قریش کی کسی لڑکی سے عقد کر لیں لیکن انھوں نے انکار کر دیا یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قرابت کو اچھا خیال فرماتے اور ذوحین کے باہمی تعلقات ارتباط اور شریفانہ طرز عمل کی اکثر تعریف فرماتے تھے۔

حضرت زینبؓ کی محبت و ایثار کا ایک خاص واقعہ یہ ہے کہ نبوت کے تیرہویں سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو حضرت زینبؓ اپنی خسرال میں یحییٰ اور ابوالعاص مشرکین کے سمر اہ جنگ بدر میں شریک تھے، عبداللہ بن خیر بن نعمان نے زمرہ اسارے میں ابوالعاص کو بھی گرفتار کیا۔ اس گرفتاری کی خبر اہل مکہ کو پہنچی تو اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیہ بھیجا، حضرت زینبؓ بھی اپنے دیور عمر بن ربیعہ کو یمنی ہارچہ ان کی والدہ خدیجہؓ نے بوقت جہیز دیا تھا، دیکر روانہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ ہار پیش کیا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کو دیکھ کر مغموم و محزون ہوئے اور رقت طاری ہو گئی، حضرت خدیجہؓ کی یاد تازہ ہو گئی، رحم کیا پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اگر تم لوگ مناسب خیال کرو تو زینبؓ کے قیدی کو رہا کر دو اور اُس کا بار بھی دہس کر دو لوگوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ بسر و چشم تعمیل حکم کے لئے تیار ہیں۔

۱۔ طبقات ص ۲۸۵، انساب در المنثور ص ۲۳۱، طبقات ص ۲۱۰، ۵۵۲ طبقات ص ۱۶۳، ج ۸، ص ۱۰۸، ج ۲، ۱-۲، ذوقانی ص ۱۸، ج ۲، دسمن ابوداؤد ص ۳۳۳، ج ۱، دطری ج ۱ ص ۳۶۱، ابوسیرت ابن ہشام ص ۲۸۵،

وہ رہا کر دیئے گئے اور وہ ہا رہی واپس کر دیا گیا۔

لیکن چونکہ سب قیدی فدیرہ پر چھوڑے گئے تھے اور یہ اخلاق و انصاف اور شان نبوت کے خلاف ہوتا کہ ابوالعاص کو کسی قیدی کے رہا کیے جاتے ایسے ابوالعاص کا فدیرہ عرف یہ قرار دیا گیا کہ وہ مکر ہو چکا ہے حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دین۔

حضرت زینبؓ کے لانے کے لئے ابوالعاص کے ہمراہ حضرت زید بن حارثہؓ کو روانہ کیا اور ہدایت کی کہ تم بطن یانچ میں ٹھہرے رہنا جب زینبؓ وہاں آجائیں تو ان کو اپنے ہمراہ لیکر مدینہ چلے آنا۔ چنانچہ ابوالعاص نے مکہ پہنچ کر حضرت زینبؓ کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینہ جانے کی اجازت دی حضرت زینبؓ جب سامان سفر کی تیاری میں مشغول تھیں تو ہند بنت عقیہ ان کے پاس آئیں اور کہا یا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا تم اپنے باپ کے پاس جا رہی ہو، حضرت زینبؓ نے کہا قہر لال تو ایسا ارادہ نہیں ہے اس کے جو خدا کو منظور ہو، ہند نے کہا میں اس پوشیدگی کی کیا ضرورت ہے اگر تم واقعی جا رہی ہو تو کچھ زاد راہ یا دو رکھی چیز کی ضرورت ہو تو بے تکلف کہہ دو میں خدمت کرنے کیلئے حاضر ہوں، ہندہ کی اس ہمدردی و غمخواری سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی تک طبقہ انصوان میں عداوت و دشمنی کا وہ زہر ملا اثر نہیں پھیلا تھا جو مردوں میں سرایت کر چکا تھا حضرت زینبؓ فرماتی ہیں کہ ہند جو کچھ کہہ رہی تھیں وہ بچے دل سے کہہ رہی تھیں اگر مجھے کسی چیز کی فی الواقع ضرورت ہوتی تو وہ غالباً ضرور پورا کرتیں لیکن وقت کی مصلحت سے انکار کر دیا۔

غرض جب سامان سفر سے فارغ ہو گئیں تو اپنے دیور کنانہ ابن ربیع کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئیں۔ چونکہ گھار کا غلبہ تھا اور ان کے تعرض کا خوف تھا اس لئے ان کے دیور کنانہ ابن ربیع نے اپنے ساتھ ترکش اور کمان وغیرہ بھی رکھ لیا جب وہ لوگ روانہ ہوئے تو قریش میں کھلبلی پھیل گئی۔ اور ان کی گرفتاری کی فکر ہوئی چنانچہ قریش کی ایک جماعت ان کے جست میں نکلی۔ اور مقام ذی طوی میں ان دونوں کو گھیر لیا اس جماعت میں ہبار بن اسود (جو حضرت خدیجہ کے چچا زاد بھائی کے لڑکے تھے اور اس شے سے حضرت زینبؓ کے مامون ہوئے) اور ایک دوسرا شخص بھی تھا دونوں میں سے کسی ایک نے حضرت زینبؓ پر حملہ کیا وہ اونٹ سے زمین پر گر پڑیں

وہ حاملہ تھیں ان کا حمل ساقط ہو گیا چوتھی زیادہ آئی (ہمارے بنی سود کی اس بیجا حرکت پر فتح کہہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قتل کی عام اجازت دیدی تھی لیکن انھوں نے اپنی بقصر کی معافی چاہی اور مشرکوں پر اسلام ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف کر دیا، اس پر کنانہ نے ترکش سے تیر نکالے اور کہا جو کوئی اب میرے نزدیک آئے گا وہ ان تیروں کا نشانہ بنے گا۔ کچھ لوگ منتشر ہو گئے اور ابو سفیان سر داران قریش کے ساتھ آگے بڑھ کر آیا اور کہا دو تیر اپنے تیروں کو مقوڑی دے کر روکے رہو کہ ہم تم سے کچھ باتیں کر لیں، کنانہ نے اپنے تیر ترکش میں رکھ لیے اور ان سے بوجھا کہ تم کیا کہتے ہو جو کچھ کہنا ہو جلد کہو، ابو سفیان نے کہا دو محمد کے ہاتھوں جو مصیبتیں اور تکلیفیں شکست رسوائی، اور ذلت ہم لوگوں کو پہنچی ہے اس سے تم بے خبر بنیں ہو۔ اب اگر تم محمد کی بیٹی کو علانیہ ہمارے ساتھ سے لے جاؤ گے تو لوگ ہماری کمزوری، اندر نزدیکی پر محمول کر سکیں گے اور ہمارے ضعف و ادبار کا پیش خم بنیں گے۔ یہ تو تم خود خیال کر سکتے ہو کہ تین محمد کی بیٹی کو روکنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن قصہ یہ ہے کہ اس وقت تم نوٹ چلو جب ہنگامہ نہ ہو جائے اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ محمد کی بیٹی کو واپس کر لائے تو تم چوری چھپے دوسرے وقت ان کو لیجانا، کنانہ نے اس بات کو منظور کیا اور وہ واپس آ گئے جب یہ واقعہ عام طور سے مشہور ہو گیا تو ایک روز غنی طریقہ سے ان کو لیکر روانہ ہو گئے۔ یطین یا حج میں زید بن حارث انتظار کر رہے تھے ان کے سپرد کر دیا وہ حضرت زینب کو لیکر مدینہ پہنچ گئے۔

ابوالعاص کو حضرت زینب سے بہت محبت تھی زن و شوئی کے باہمی تعلقات اتحاد و ارتباط خوشگوار تھے۔ چنانچہ حضرت زینب جب مدینہ تشریف لے گئیں تو ابوالعاص غم و غم رہنے لگے ایک مرتبہ شام کے سفر میں حضرت زینب بہت یاد آئیں تو انھوں نے یہ شعر پڑھے

ذکرت زینب لما وکلت امرأاً
فقلت سقیاء الشخصین احراً ما
بنت الکامین جزاها اللہ صالحة

جبکہ میں موضع ارم سے گذرانا زینب کو یاد کیا زینب یاد آئیں (وہیں) میا ختمہ یہ عادی کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو شاد رکھے جو حرم میں سکونت پذیر ہے (وہ صلح) کی بیٹی کو خدا سے تعالیٰ جزائے خیر دے۔

وکل یصلح شیئاً من اذن محمد علیہ السلام اور شوہر اسی بات کی توفیق کرتا ہے جو بکثرت خوب بظاہر
 چونکہ ابوالعاص تجارتی تجربہ اور امانت داری کے لحاظ سے بہت مشہور تھے اس لیے اہل قریش
 اپنا تجارتی مال اُن کے ہاتھ فروخت کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ جمادی الاول ۶۳ھ میں ابوالعاص
 قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے جب یہاں سے واپس ہونے لگے تو
 آنحضرت صلعم نے زید بن حارثہ کو مع ایک تلوے سوار کے تعاقب میں روانہ کیا۔ مقام عیص میں جو دونوں
 قافلہ ملائی ہوئے۔ سوار ان سواروں نے مشرکین کو روکا کر دیا اور جو کچھ مال متعلق تھا سب پر قبضہ کر لیا۔
 لیکن ابوالعاص سے کوئی مزاحمت نہ کی ابوالعاص نے جب قافلہ کا یہ مشرک دیکھا تو فوراً مدینہ پہنچ کر
 حضرت زینبؓ سے پناہ طلب کی چنانچہ حضرت زینبؓ نے اپنی پناہ میں لے لیا۔ اس وقت آنحضرت صلعم
 نماز فجر میں مشغول تھے حضرت زینبؓ نے باؤز بلند کما لائی تو آجرت ابوالعاص یعنی میں نے
 ابوالعاص کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ جب آنحضرت صلعم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے لوگوں! تم نے کچھ
 مناسبے عرض کیا جی ہاں سنا اپنے فرمایا مجھے اس سے قبل سن واقعہ کی کچھ اطلاع نہ تھی۔ کیا
 عجیب بات ہے کہ مسلمانوں کے کمزور آدمی دشمنوں کو پناہ دیتے ہیں۔

جب آنحضرت صلعم اپنے گھر تشریف لائے تو حضرت زینبؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں
 اور عرض کیا کہ ابوالعاص کا جو کچھ مال متعلق لیا گیا ہے وہ واپس کر دیا جائے چنانچہ آنحضرت صلعم
 نے اہل سریر سے کہلا بھیجا کہ تم میرے اور ابوالعاص کے رشتہ سے واقف ہو اگر تم اس کے ساتھ احسان کر کے
 اور اسکا مال و متاع واپس کر دو گے تو میری خوشی کا باعث ہو گا۔ ورنہ تمہیں اختیار ہے سب سے
 کہا ہم کل چیزیں اس کی نیکی کے لیے حاضر ہیں۔ چنانچہ سب چیزیں واپس کر دی گئیں۔ ادھر تو یہ حکم
 اہل سریر کو بھیجا اور ادھر اپنی بیٹی زینبؓ سے یہ فرمایا کہ تم ابوالعاص کی خاطر مدارات اور اعزاز و احترام
 میں کوئی کمی نہ کرنا۔ لیکن جب تک وہ مشرک رہیں اُن کی قرابت سے احتراز کرنا کیونکہ اسلام و کفر
 دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

اس روایت سے عدم تفریق زوجین کی پہلی روایت کی ترویج ہوتی ہے لیکن اب اسلام کی قوت
 بڑھ گئی تھی اور احکام کی صورت پیدا ہو گئی تھی، اور کوئی اسلامی کمزوری بھی نہ تھی اور اسلام کا
 لہ طبقات صفحہ ۱۳۵ ایضاً و طبری صفحہ ۱۳۵، طبقات صفحہ ۱۳۵ ایضاً، ایضاً صفحہ ۱۳۵ ایضاً۔

یہ واقعہ محرم ۸ ہجری کا ہے اس کے بعد حضرت ابو العاص مکر سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ گئے۔

جب حضرت ابو العاص مشرف بہ اسلام ہو کر مدینہ منورہ پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ کو بقعد اولُن کی طرف رجوع کر دیا۔ یعنی تجدید نکاح نہ کی بلکہ وہی پہلا نکاح قائم رکھا جو نکاح اس وقت سورہ برات نازل نہیں ہوئی تھی۔ ایسے مسلمان عورتیں اپنے شوہرین کے پاس اسلام لائیں گی اور ان کا نکاح ان کی زوجیت میں آجایا کرتی تھیں۔

حضرت زینبؓ اپنے والد اور شوہر سے بے انتہا محبت رکھتی تھیں۔ قیمتی کپڑے پہننے کی شائق تھیں۔ حضرت انسؓ نے اُن کو شہابی چادر اوڑھے دیکھا تھا جس پر زرہ درنا کی دھاریاں تھیں۔

اولاد { حضرت ابو العاص کے صلیب حضرت زینبؓ کے دو اولاد میں پیدا ہوئے۔ ایک فرزند علی اور دختر امامہ، علی ہجرت کے قبل پیدا ہوئے آنحضرت صلعم نے اُن کو اپنی کفالت میں لیا اور وہ آپ کے سایہ عاطفت میں محو تربیت حاصل کرتے رہے، فتح مکہ کے روز جب آنحضرت صلعم مکہ میں داخل ہوئے تو علی آپ کے ساتھ ادنٹ پر سوار تھے۔ من بلوغ ہی میں اپنے والد

الطبقات ٢٢١ طبقات ٢٢٢، ٢٢٣ أيضاً، ٢٢٤ اصحاب كتاب التمارين، ٢٢٥ طبقات ٢٢٦
وذكر المنصور ٢٢٧ طبقات ٢٢٨، -

ابوالعاص کی زندگی میں انتقال کیا۔ لیکن ابن عساکر کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ علی جنگ یرموک تک زندہ رہے اور اسی جنگ میں اپنے جام شہادت نوش فرمایا۔ لیکن حضرت امامہ زندہ رہیں اور حضرت علیؑ کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہؑ کے انتقال کے بعد حضرت علیؑ کا عقدا ثانی حضرت امامہ سے ہوا حضرت امامہ عرصہ تک زندہ رہیں ان کے حالات زندگی آئندہ صفحات میں تفصیل سے لکھے جائیں گے۔

وفات حضرت زینبؑ حضرت ابوالعاص کے سلام لانے کے بعد تقریباً سال سوا سال تک زندہ رہیں اور اپنے والد بزرگوار رسول صلعم کی حیات مبارکہ میں رہیں راہ گاہ فرزند ہوئیں۔ حضرت زینبؑ کی علالت کا تذکرہ کسی کتب نوار صحیح میں نہیں ملا صرف استیعاب میں وفات کا سبب یہ لکھا ہے۔

وَكَاثَ سَبَبَ مَوْتِهَا أَنَّهُ الْمَخْرَجَتِ
مِنْ كَلَّةِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَمَّا هَبَّ ذَنُ الْأَسْوَدِ وَخَلَّ خُفُودُهَا أَحَدُهَا
فَسَقَطَتْ عَلَى صَخْرَةٍ فَاسْقَطَتْ فَمَرَّتِ
الدَّمَاءُ فَنَزَلَ بِهَا مَرَضٌ مَادَّ إِلَيْكَ حَتَّى
مَاتَتْ سَنَةً ثَمَانٍ مِنَ الْهَجْرَةِ

جب حضرت زینبؑ مکہ سے اپنے والد بزرگوار رسول صلعم کی خدمت میں آنے لگیں تو درستہ میں ہمار بن اسود اور ایک دوسرے شخص نے حملہ کیا اور اون کو اون پر سے گرا دیا وہ بھڑک پڑیں بہت جھوٹ آئی اور بہت خون نکلا اور آپ کا حمل ساقط ہو گیا عرصہ تک اسی مرض میں مبتلا رہیں حتیٰ کہ شہید ہوئیں۔

حضرت ام ایمن حضرت سودہؓ حضرت ام سلمہؓ حضرت ام عطیہؓ حضرت زینبؓ کے غسل میں شریک تھیں۔ انہی لوگوں نے غسل بھی دیا۔ ام عطیہؓ کہتی ہیں کہ آنحضرت صلعم نے بوقت غسل فرمایا کہ ہر عضو کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ غسل دو اس کے بعد کافور لگاؤ۔

آنحضرت صلعم خود قبر میں اترے اور اپنی نوزدیدہ کو ہمیشہ کے لیے سپرد خاک فرمایا۔ اُس وقت آپ کے چہرہ مبارک پر رنج و ملال کے آثار نمایاں تھے۔ اور اُس وقت آپ نے حضرت زینبؓ کو اور ان کے ضعف کو یاد کیا تو خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے خداوند زینبؓ کی مشکلات کو آسان کر دے اور اس کی

قرنی تنگی کو کسادگی سے بدل دے۔

حضرت زینبؓ کے انتقال کے مقورے دن کے بعد حضرت ابوالعاص کا بھی انتقال ہو گیا۔

حضرت رقیہؓ

نام - سرور عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منجلی صاحبزادی کا نام رقیہؓ ہوان کی والدہ ماجدہ بھی حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قحطیہ بن یثربؓ کی حقیقی بہن ہیں۔

ولادت - نبوت سے سات سال قبل پیدا ہوئیں۔ ابن زبیر اور ان کے سچے مصعب کا خیال ہے کہ حضرت رقیہؓ سب صاحبزادیوں میں چھوٹی تھیں چنانچہ حرجاتی کتاب نے اسی قول کو صحیح جانا ہے لیکن ان کے علاوہ اور لوگوں نے بھی یہ لکھا ہے کہ حضرت زینبؓ بڑی صاحبزادی تھیں اور منجلی صاحبزادی رقیہؓ ابوالعباس محمد بن اسحاق سراج بردایت عبد اللہ بن محمد بن سلیمان بن جعفر بن سلیمان الباسمی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیس برس کے تھے جب حضرت زینبؓ پیدا ہوئیں اور تیسویں سال حضرت رقیہؓ کی ولادت ہوئی۔ بہر حال ارباب سیر نے حضرت رقیہؓ کو منجلی صاحبزادی قرار دیا ہے

نکاح - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے حضرت رقیہؓ کا پہلا عقد ابولعب کے بیٹے عبید سے ہوا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت پر فائز ہوئے تو قریش کی مخالفت اور زیادہ بڑھ گئی۔ قریش نے منجملہ اور تکلیف پہنچانے کے یہ صورت بھی اختیار کی کہ حضرت ابوالعاص سے کہا کہ تم زینبؓ بنت محمد کو طلاق دیدو۔ مگر آنحضرت نے انکار کر دیا۔ جب قریش نے حضرت ابوالعاص سے یہ دندان شکن جواب سنا تو اپنا سامنہ لیکر رہ گئے۔ پھر عقبہ کے پاس گئے ان سے بھی یہی کہا کہ تم رقیہؓ بنت محمد کو طلاق دیدو۔ اور قریش کی جس لڑکی سے کہو شادی کرادیں عقبہ نے منظور کیا اور کہا کہ سعید ابن ابوالعاص کی لڑکی سے میرا نکاح کرادو اس پر قریش بخوشی راضی ہو گئے اور کیوں

نہ ہوتے یہ تو انکا عین خشاقتا کہ جس طریقہ سے ہو رسول صلعم کو روحانی و جسمانی تکالیف پہنچائیں چنانچہ عتبہ نے حضرت رقیہ کو طلاق دیدی۔

لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ جب آنحضرت صلعم درجہ نبوت پر فائز ہوئے اور سورہ بکرت نکلا اُنکی لہفت نازل ہوئی تو ابولہب اور اُس کی بیوی ام حبیل (حالیہ الخطب) نے کبیرہ خاطر ہو کر اپنے بیٹے عتبہ سے کہا کہ اگر تم نے رقیہ بنت رسول اللہ کو طلاق نہ دی تو میری زندگی، اور تمہارے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔ عتبہ نے یہ تعمیل حکم والدین حضرت رقیہ کو طلاق دیدی۔

اس موقع پر یہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ عتبہ سے صرف آپ کا عقد ہوا تھا ہنوز رخصتی نہ ہونے پائی تھی کہ یہ طلاق دفعہ مین آئی۔ اور یہ رسول اللہ صلعم کا معجزہ اور اللہ تعالیٰ کا ایک مخصوص انعام تھا۔

اسلام اپنی والدہ محترمہ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ اسلام لائیں اور بیعت اسوقت کی جب اور عورتوں نے آنحضرت صلعم سے شرف بیعت حاصل کی۔

حضرت عثمان کا قبول اسلام حضرت عثمان اپنے قبول اسلام اور شادی کا واقعہ خود بیان فرماتے ہیں اور حضرت رقیہ سے عقد کا کہ ”میں خانہ کعبہ کے صحن میں چند دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ عجیب واقعہ“ دفعہ کسی آدمی نے اگر مجھے یہ اطلاع دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ کا عقد عتبہ بن ابی لہب سے کر دیا چونکہ حضرت رقیہ حسن و جمال اور اپنے قابل شک و صاف کے لحاظ سے امتیاز رکھتی تھیں اسلئے میرا حجام خاطر اُن کی طرف تھا جب یہ خبر میرے گوش گزار ہوئی تو حسرت و یاس کی کالی گھٹائیں دل پر چھا لیں مگر باؤن پھول گئے اپنی سوئی قسمت پر رنجیدہ ہوا لیکن سمجھ میں نہیں آیا کہ اب کیا تدبیر کروں جو مجھے نزل مقصود تک پہنچائے۔

اس خبر سے میں ایسا مضطرب ہو گیا کہ اُس جگہ نہ ٹھہرا اور گھر پہنچا نہ ہے نصیب کہ اتفاق سے طہر میں میری خالہ سعدہ تشریف رکھتی تھیں جو کہانت میں ماہر تھیں مجھے دیکھتے ہی بے ساختہ بولیں۔

«أَبَشْرٌ وَحَيْثُ تَلَا تَلَا وَتَرَا
 «تَمَّ تَلَا وَتَلَا تَلَا تَلَا
 «تَمَّ بِأَخْرَى كَى تَمَّ عَشْرًا
 «لَقِيتُ خَيْرًا زَوْقِيَتِ شَرًّا
 «أَكَلْتُ وَاللَّهِ حَصَانًا زَاهِلًا
 «وَأَنْتَ بَكْرٌ وَلَقِيتَ بَكْرًا
 «وَأَفْتَحَا نَبْتَ عَظِيمٍ قَدْ رَأَى
 «يَحْيَى أَنْ كَى السِّيَافِ تَكْرَمَ نَحْبُورًا
 «عُثْمَانُ يَا عُثْمَانُ يَا عُثْمَانُ
 «سَلِّكِ الْجَمَالَ وَلَكِ الشَّانُ
 «وَهَذَا بَنِي مَعَهُ الْبَرْهَانُ
 «وَأَرْسَلَهُ بِحَقِّهِ الْبَدْيَانُ
 «وَجَاءَ الْفَرُّقَانُ وَالْفَرُّقَانُ
 «وَفَاتَبَعُ الْبَرْهَانُ الْبَرْهَانُ

(اے عثمان) ہمیں مزدہ ہو اور تیرے مرتبہ سلام
 ہو پنے پھر تیس مرتبہ اور پھر تین مرتبہ پھر ایک
 مرتبہ سلام ہو پنے تاکہ دس پورے ہو جائیں۔
 (خدا کرے) تمکو عداوتی نصیب ہو اور برائی سے بچائے
 جاؤ خدا کی قسم تم نے ایک عفت ماب جسدہ و جلیلہ خالوہ سے
 نکاح کیا تم بھی نکاح اور نکاحہ ہی تمکو لگئی۔ ایک بڑے
 عظیم القدر بلیل المرتبہ شخص کی بیٹی تم سے یا ئی ۛ

مجھے ان کی ایسی لفت گروے سخت تعجب ہوا۔ میں نے پوچھا حال یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ فرمایا۔
 عثمان لے عثمان لے عثمان، تم صاحب حال ہو اور
 صاحب شان رہو بنی صاحب برہان ہیں وہ رسول
 برحق ہیں جنکو خدا نے تعالیٰ نے بھیجا ہے اور ان پر
 فرقان یعنی قرآن نازل ہوا ہے۔ اُن کی
 اتباع کرو اور بتوں کے فریب میں
 نہ آؤ۔

میں اس مرتبہ بھی کچھ نہ سمجھا اور پھر میں نے کہا کہ ذرا تفصیل و تشریح کے ساتھ فرمائیے تو فرمایا،
 «إِنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَسُولَ اللَّهِ
 «مِنْ عِنْدِ اللَّهِ جَاءَ بِغَوْنِ الْبَرْهَانِ
 «إِلَى اللَّهِ صَبَاحًا صَبَاحًا وَدَيْتُ فَلَاحُ
 «مَا يَفْعُ الصَّبَاحُ زَلَوْعَ الدَّيْبِ بَاحُ سَلَتْ
 «الصَّبَاحُ وَمَرَّتِ الْبَرْهَانُ

اُن کی گفتگو میرے دل پر مؤثر ہوئی اور میں اُس کے مال کا پر غور و فکر کرنے لگا حضرت ابو بکر کے
 پاس میں اکثر بیٹھا کرتا تھا دور دور کے بعد میں اُن کے پاس گیا اسوقت اُن کے نزدیک کوئی شخص تھا

میں متفکر و پریشان بھیجا ہوا تھا کہ اُنھوں نے دریافت کیا کہ تم آج متفکر کیوں ہو، چونکہ وہ میرے رفیق تھے میں نے اُن سے اپنی خالہ کی گفتگو کا ماحصل بیان کیا۔ فرمایا کہ اے عثمان تم ایک سمجھدار آدمی ہو اگر تم حق و باطل کی کوئی تمیز نہ کر دو تو سید تعجب ہو، تمہاری قوم ان بتوں کی پرستش کرتی ہے۔ کیا یہ بت پتھر کے نہیں ہیں نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں، نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، میں نے کہا بیشک آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ بالکل صحیح ہے۔

حضرت ابو بکر نے فرمایا اے عثمان بیشک خدا کی قسم تمہاری خالہ نے جو کچھ کہا وہ بالکل سچ ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں کہ محمد بن عبد اللہ خدا کے رسول ہیں جنہیں خدا نے اپنا پیغام بندوں تک پہنچانے کے لیے بھیجا ہے۔ پس کیا حرج ہو اگر تم اُن کے پاس چلو اور جو کچھ وہ فرمائیں منسوب، چنانچہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں گیا ایک دو اہل بیت یہ بھی ہے کہ اس گفتگو کے بعد آنحضرتؐ خود ہی وہاں تشریف لے آئے، آپ نے فرمایا اے عثمان خدا نے تم کو جنت کی طرف بلا رہا ہے تم اس کو قبول کرو۔ میں خدا کا رسول ہوں جو تمہارے اور تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا۔“

خدا ہی جانے آپ کے جلوں میں کیا اثر تھا کہ میں بے قابو ہو گیا اور میں نے اختیار
 اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَاكَ اَوْرِ سَلَامَنَ ہو گیا۔
 اس وقت کے بعد مکہ میں حضرت رقیہ سے میرا عقد ہو گیا۔

ہجرت شہ نبوت میں حضرت رقیہ نے اپنے شوہر حضرت عثمان کے ہمراہ جنتی طرف
 ہجرت کی۔

اسماء (ذات النطاقین) بنت ابی بکر سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ غار میں تشریف رکھتے تھے اور میں غار میں کھانا لیکر جایا کرتی تھی ایک مرتبہ حضرت عثمان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت طلب کی آپ نے جنت جانے کی اجازت دی اس لیے آپ جنت کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے۔ اس کے بعد میں نے کھانا لیکر گئی تو آنحضرتؐ نے استفسار فرمایا کہ عثمان اور رقیہ کئے یا نہیں میں نے عرض کیا کہ جی ہاں گئے آپ نے

میرے والد ابو بکر سے فرمایا۔ لوط اور ابراہیم کے بعد عثمان پہلے شخص ہیں جنہوں نے کفار کی ایذا رسانی کے باعث مع اپنی بیوی کے وطن کو خیر باد لیکر ہجرت کی۔

حضرت رقیہ حبشہ سے لکھو ایسٹ آف اٹلین لیکن مکہ کی حالت پہلے سے زیادہ خراب تھی وہاں قیام کرنا مناسب نہ سمجھا تو پھر حبشہ چلی گئیں۔

چونکہ وہاں ایک عرصہ تک قیام رہا آنحضرت صلعم کو ان کی خیریت کے متعلق کوئی خبر نہ ملی اسلئے متفکر تھے کہ اتفاق سے لیک عورت حبشہ سے آئی۔ تو اس سے آنحضرت نے حضرت عثمان اور حضرت رقیہ کا حال دریافت فرمایا عورت نے کہا جی ہاں میں نے دونوں کو دیکھا یہ وہ خیریت سے ہیں جب آنحضرت صلعم کو ان کی جانب سے الطینان ہوا تو فرمایا **اِحْمَدُ اللہُ اَنْ عَثْمَانٌ مِنْ حَاجِرٍ بِاَهْلِهِ** یعنی خدا ان دونوں پر رحم فرمائے۔ عثمان پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کی۔ باہلہ، سکے بعد صاحبہ، لکھتے ہیں یعنی میں ہن ۸ اکامتہ اس سے مراد یہ تھی کہ امت میں پہلے شخص ہیں۔ لیکن ان الفاظ کی تاویل مناسب نہیں کیونکہ پہلی روایت مذکور ہو چکی ہے۔ لوط اور ابراہیم کے بعد عثمان پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنی بیوی کو ہمراہ لیکر ہجرت کی۔

حبشہ میں ایک عرصہ تک قیام کرنے کے بعد حضرت عثمان نے مکہ کی طرف مراجعت کی اور بہت تھوڑے دن قیام کرنے کے بعد اپنے اہل و عیال کے ساتھ مدینہ منورہ چلے گئے۔
 عدالت فرمادینہ منورہ پہنچ کر سلمہ میں حضرت رقیہ کی صحت خراب ہو گئی۔ چچک نکل آئی (صاحب وفات) تاریخ الخلفاء ۱۳۱ پر لکھتے ہیں کہ حضرت رقیہ کے لکڑی لگ گئی تھی جس سے وہ بیمار ہو گئیں، بہر حال وہ اس قدر بیمار ہوئیں کہ صاحب فراش ہو گئیں چونکہ یہی زمانہ جنگ بدر کا تھا اور آنحضرت صلعم جنگ کی تیاری میں مشغول تھے اسلئے آنحضرت صلعم نے حضرت عثمان کو ان کی تیمارداری کے لئے مدینہ میں بھجور دیا۔ اور آپ خود جنگ بدر میں تشریف لے گئے۔
 رمضان المبارک کا زمانہ تھا۔ ہجرت کو ایک سال سات مہینے گزر چکے تھے کہ حضرت رقیہ کا

۱۷ اصحابہ مطہرات صفحہ ۱۱، ۱۲ اصحابہ مطہرات صفحہ ۱۳، ۱۴ اصحابہ مطہرات صفحہ ۱۵، ۱۶ اصحابہ مطہرات

صفحہ ۲۲ و اصحابہ مطہرات صفحہ ۵۳، ۵۴

اولاد حبشہ کے دوران قیام میں حضرت رقیہ کے بطن سے ایک صاحبزادے پیدا ہوئے جو حکام نام عبد اللہ تھا۔ اور عبد اللہ ہی کے نام سے حضرت عثمان کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ اس ولادت سے قبل ہجرت اولیٰ میں حضرت رقیہ کا ایک حمل ساقط ہو چکا تھا۔

عبداللہ کی ہمنوز چھ سال کی عمر تھی کہ ایک مرغ نے اُن کی آنکھ میں چوہنچ مار دی جس سے تمام چہرہ درم کر آیا۔ اور نظام جسم میں فساد پیدا ہو گیا آخر اسی صدمہ سے جمادی الاول ۱۳۷۱ھ میں انتقال ہو گیا۔ آنحضرت صلعم نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور حضرت عثمان نے قبر میں اتارا۔ اسکے بعد حضرت رقیہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

عام حالات ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کی تشریف آوری پر حضرت رقیہ کی وفات کا حال بیان کیا گیا۔ تو آپ نے صبر و شکر کے ساتھ فرمایا الْحَقُّ بَسَلَعًا عُمَانُ بْنُ مَطْعُونٍ، عثمان بن مظعون پہلے جا چکے اب تم بھی ان کے پاس چلی جاؤ۔ (عثمان بن مظعون ایک حبشہ لہذا اور مقتدر رکن امت صحابی تھے مہاجرین میں سب سے پہلے مدینہ میں انتقال کیا تھا) آنحضرت کے اس ارشاد پر تمام عورتیں حضرت رقیہ کو یاد کر کے روئے لگیں حضرت عمرؓ بھی آگئے تھے عورتوں کو روتا ہوا دیکھ کر تپید و ہندید فرمانے لگے آنحضرت صلعم نے فرمایا ان لوگوں کو روتا ہوا چھوڑ دو کیونکہ جب رونے کا تعلق قلب اور آنکھ سے ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر مبنی ہوتا ہے اور اگر ہاتھ اور زبان تک نوبت میو پہنچے تو شیطان کی تخریب سمجھنا چاہئے

لوگوں نے آنحضرت صلعم سے حضرت رقیہ کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا: **لَا تُكَلِّمُوا ابْنَةَ رَسُولِ اللَّهِ فِي دَفْنِهَا** یعنی سب تعریفیں خدا کی واسطے بہن بزرگ بیٹیاں دفن کی گئیں۔

ایک روایت یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ (حضرت رقیہ کی چھوٹی بہن) حضرت رقیہ کی قبر کے کنارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں بیٹھ کر رونے لگیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر کے گوشہ میں سے اُن کے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔

محمد بن سعد کہتے ہیں کہ اسی روایت کا ذکر میں نے محمد بن عمر سے کیا تو اُنہوں نے کہا کہ میرے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ حضرت رقیہ کی وفات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر میں تشریف رکھتے تھے۔ بوقت دفن شریک نہ تھے پس لمان غالب یہی ہے کہ یہ روایت کسی دوسری صاحبزادی کے بارہ میں ہوگی جس کے دفن میں آپ شریک ہونے کے راوی کو غلط فہمی ہوئی اور اگر کوئی مخالفہ نہیں ہو تو یہ بہت ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے مراجعت فرما کر قبر پر تشریف لے گئے ہوں اور وہاں یہ واقعہ پیش آیا ہو۔

حُسن و جمال { کہ کانت ذات جمال بالمرع } یعنی وہ بہت حسینہ و جمیلہ خاتون تھیں جس کا ایک گروہ آپ کے حسن و جمال سے عجب کرتا تھا، اس گروہ نے آپ کو بہت سی اذیتیں پہنچائیں آپ نے اُن بویوں کے لئے بددعا کی اور وہ سب لوگ ہلاک ہوئے۔ حضرت عثمان اپنی ہمدردی و غمگساری کی بیوی کے انتقال سے بہت غمگین و محزون رہنے لگے ان دنوں میں خاصی محبت تھی و احسن الزوجین ماہما لاک انسان رقیہ و ز وجھا عثمان، یہ قولہ اُن کی شانِ مجتبیٰ میں بولا جاتا تھا جو عرب میں اب بطور ضرب المثل کے استعمال کیا جاتا ہے۔

حضرت ام کلثوم

نام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی کا نام ام کلثوم ہے آپ کی والدہ محترمہ حضرت خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالمطلب بن قحطان تھیں۔

زیر کتب ہیں ام کلثوم حضرت رقیہ اور حضرت فاطمہ سے بڑی تھیں۔ دیگر ارباب سیر نے زیر کتب اس قول کی مخالفت کی ہے لیکن صحیح اور قابل وثوق یہی ہے کہ حضرت رقیہ سے چھوٹی تھیں ایسے کہ جب حضرت رقیہ کا انتقال ہو گیا تو رسول اکرم نے حضرت ام کلثوم کو حضرت عثمان سے بیاہ دیا اگر حضرت ام کلثوم حضرت رقیہ سے بڑی ہوتیں تو بالضرور پہلے حضرت ام کلثوم کا عقد حضرت عثمان سے ہوتا نہ کہ حضرت رقیہ کا۔ غالباً ارباب سیر نے زیر کتب قول کی تردید اسی قول پر کی ہوگی۔

ولادت آپ کا سال ولادت کسی کتب تواریخ و سیر میں مذکور نہیں ہے لیکن قیاس ہے کہ چھ سال قبل بعثت ولادت ہوئی ہوگی۔ ایسے کہ حضرت رقیہ کی ولادت سات سال قبل بعثت ہوئی اور حضرت فاطمہ کی ولادت پانچ سال قبل ہے۔ اور جب یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ حضرت رقیہ سے حضرت ام کلثوم چھوٹی اور حضرت فاطمہ سے بڑی ہیں تو لا محالہ ان دونوں کی ولادت کے درمیان کا زمانہ ان کی ولادت کے لیے تسلیم کرنا پڑیگا۔

آپ کے حالات طفولیت بھی کتب تواریخ و سیر میں مذکور نہیں اور حقیقتہً امر یہ ہے کہ وہ ایسا بچہ آشوب زمانہ تھا کہ معمولی حالات کا تاریکی میں رہ جانا کچھ عجیب خیال نہیں۔ ایسے آپ کے زمانہ شادی کا حال لکھا جاتا ہے۔

نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ کا عقد ابوالعبس کے بیٹے عتبہ سے اور حضرت ام کلثوم کا عقد ابوالعبس کے دوسرے بیٹے عتبہ سے قبل بعثت کر دیا تھا لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ رسالت پر

نہ ہوسکتا۔ اور نہ ہی اس کی آواز نہ ہوتی تو بولہ پہلے چلے ہر ایک پہلے کو مخاطب کر کے کہا
 اسی من واسطہ حرام ان لم تطلق قبلہ، یعنی میری زندگی اور میرا گھنا بیٹھنا تم لوگوں میں حرام
 ہے اگر تم نے اس کی (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) پہلی کو طلاق نہ دیا۔ (جیسا کہ حضرت رقیہ کے طلاق کا واقعہ اُن کے
 بیان میں لکھا جا چکا ہے) (اسی طرح) عیبہ نے بھی اپنے باپ کے حکم کی تعمیل میں حضرت ام کلثوم
 کو طلاق دیدی اس غلطی سے اب دونوں کی طلاق کا زمانہ اور سبب ایک ہی ہوا۔ لیکن ان دونوں
 بہنوں کی رخصتی ابھی تک نہیں ہوئی تھی کہ یہ طلاق وقوع میں آئی۔ اور یہ خدا کا مخصوص انعام و
 اکرام تھا جو قبل رخصتی کے ایسا واقعہ پیش آیا۔
 اس واقعہ کے بعد حضرت رقیہ کا عقد حضرت عثمان سے ہو گیا تھا جیسا کہ اُن کے بیان میں
 ذکر ہو چکا۔

جب ستم میں حضرت رقیہ کا انتقال ہو گیا اور حضرت عثمان اس جا کا ہر صدمہ سے بہت زیادہ
 مغموم و محزون رہے۔ حضرت سلمہ نے اُن کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ اے عثمان میں تم کو
 غم زالم میں مبتلا پا رہا ہوں، اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت عثمان نے عرض کیا کہ حضرت رسول صلی اللہ
 علیہ وسلم نے ان دونوں کو یہاں تک پروردگار عیبہ سے جو کچھ کسی پر نہ بڑی ہوئی حضور کی
 صاحبزادی کا انتقال ہو گیا اُن کی وفات سے میری لڑکھٹائی حضور سے جو رشتہ قرابت
 وابستہ تھا منقطع ہو گیا اب یہاں جا رہے ہیں، ابھی اُن کی گشت و ختم نہ ہونے پائی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جبریل علیہ السلام نے اس دعا کی بارگاہ سے یہ حکم پہنچایا ہے کہ میں اپنی
 بیٹی ام کلثوم کو اسی مرد پر رقیہ کا تھا تمہارے عقد میں دونوں۔
 چنانچہ حضرت سلمہ نے رجب الاول ستم میں حضرت ام کلثوم کا عقد حضرت عثمان
 سے کر دیا۔

رخصتی کے دو مہینے بعد جمادی الآخر ستم میں رخصتی عمل میں آئی۔
 حضرت ام کلثوم اپنی والدہ مکرمہ حضرت خدیجہ کے ساتھ اسلام لائیں اور اپنی بہنوں
 کے ساتھ بیعت اس وقت کی جبکہ وہ عورتیں حضرت سلمہ کی شرف بیعت سے بہرہ اندوز ہوئیں۔

اولاد آپ کے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔

وفات { ۹ھ میں انتقال فرمایا۔ انصار کی عورتوں نے آپ کو خنسل دیا اس میں ام علیہؓ بھی تھیں۔ آنحضرت صلم نے جنازہ کی نماز پڑھائی حضرت ابو طلحہؓ، حضرت علی بن ابی طالبؓ، اور حضرت فضل بن عباسؓ دو سامہ بن زید نے قبر میں اتارا۔

عَامُ حَالَاتِ { انس بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کو حضرت اُمّ کلثومؓ کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا آپ قبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کی آنکھیں سے آنسو بہ رہے تھے۔

ایک دایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب حضرت رقیہ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمر بن الخطابؓ حضرت عثمانؓ سے کہا تم میری بیٹی حفصہ سے عقد کر لو لیکن حضرت عثمانؓ نے تامل کیا اور گوئی جواب نہیں دیا اس لیے کہ وہ سن چکے تھے کہ آنحضرت صلیم حضرت حفصہ سے عقد کر نیکا خیال فرماتے ہیں پھر جب رسول اکرم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کیا میں حفصہ کیلئے عثمانؓ سے بہتر شوہر اور عثمانؓ کیلئے حفصہ سے بہتر زوجہ تلاش کروں پھر آپ نے حضرت حفصہ کو اپنے دائرہ ازدواج میں شرف بخشا، اور حضرت عثمانؓ کا عقد حضرت ام کلثومؓ سے کر دیا۔

حضرت ام کلثومؓ کے انتقال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری دس لڑکیاں ہوتیں تو ہر ایک لڑکی عثمان ہی کے رشتہ تزویج میں منسلک کرتا۔ دوسری روایت میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری سوا لڑکیاں ہوتیں تو تین عثمان کے عقد میں دیتا۔

حضرت فاطمہؑ

نام آنحضرت سرور کائنات امام البشر خاتم المرسلین کی چھوٹی صاحبزادی کا نام فاطمہ اور کنیت اُمّ محمدہ ہے۔ جن پر تمام مکارم اخلاق و فضائل اوصاف ختم تھے آپ کی والدہ معظمہ حضرت خدیجہ بنت خویلد تھیں۔

قُب آپ سیدۃ النساء عالم اور سردارِ نساء اہل جنت ہیں۔ آپ کے القاب، زہراء طاہرہ، مطہرہ، زاکیہ، راضیہ، مرضیہ، بتول، ہیں۔

شیخ ابن حجر، فاطمہ، بتول اور زہراء کی وجہ تسمیہ لکھتے ہیں کہ آپ کا نام فاطمہ اسوجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے دوست رکھنے والوں کو دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھا۔ اور بتول کا لقب اسوجہ سے ہے کہ آپ نے زمانہ کی عورتوں سے فضل و دین اور حسب میں ممتاز تھیں۔ اور زہراء لقب اسوجہ سے تھا کہ آپ کو حیض نہیں آتا تھا۔

صاحب اخبار الدول زہراء کی وجہ تسمیہ لکھتے ہیں کہ جب حضرت امام حسن، و امام حسین، نبی اللہؐ نہ پیدا ہوئے تو ماہینِ عمر و مغرب کا وقت تھا اُنسی وقت آپ نفاس سے پاک ہوئیں۔ غسل کر کے مغرب کی نماز ادا فرمائی اسی واسطے زہراء لقب ہوا۔

مولانا حضرت شیخ عبدالحق مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہؑ میں بہت زہرت، جمال و ال بہت زیادہ تھا اس مناسبت سے زہراء لقب قرار پایا۔

علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں کہ فطم کے معنی تخت میں بچہ کو دودھ پینے سے رکھنے کے ہیں، تو گویا حضرت فاطمہؑ سیدہ عالم لوگوں کو دوزخ کی آگ سے روکنے والی ہیں۔ اور بتول مشتق ہے تیل سے جسکے معنی قطع کرنے کے ہیں، منہی الارب میں لکھا ہے کہ دل بردزن صبور عورت و دشیزہ کو کہتے ہیں۔ جو دنیا اور ماسوا سے اللہ سے علیحدہ ہو۔

حضرت مریم والدہ عیسیٰ علیہ السلام کا لقب بھی بتول تھا۔
 بچپن ہی سے حضرت فاطمہ کی طبیعت میں بہت زیادہ مناسبت، سادگی، اور سنجیدگی تھی۔ آپ کی
 اور بہنیں جو وہ بچپن میں مشغول رہتیں لیکن آپ کا دل کھیل کود میں نہیں لگتا تھا۔ وہ بہنیں اپنے قبیلہ
 کے اکثر گھرانوں میں چلی جایا کرتی تھیں لیکن آپ کہیں آنا جانا پسند نہیں فرماتی تھیں، ہمیشہ اپنی
 والدہ محترمہ کے پاس بیٹھی رہتی تھیں۔ آپ کی یہ سادگی اور استغناء آنحضرت صلعم کو بہت پسند تھا۔
 اسی وجہ سے آپ بتول (تارک الدنیا) کے لقب سے یاد فرمائی جاتی تھیں۔

چونکہ آپ آنحضرت صلعم سے صورت، دسیرت، انداز، ادب، گفتار، رفتار، چلنے پھرنے، کھانے
 پینے میں مشابہتیں اس لحاظ سے آپ کا لقب زکویۃ ارضیہ بھی ہوا۔
ولادت آپ کی ولادت باسعادت نبوت سے پانچ سال قبل ہوئی۔ اور یہ مبارک
 زمانہ تھا کہ اہل قریش خانہ کعبہ کی تعمیر میں مشغول تھے۔

حضرت عباس سے مروی ہے کہ آپ کی ولادت اسوقت ہوئی جبکہ خانہ کعبہ کی
 تعمیر ہو رہی تھی اور اسوقت آنحضرت صلعم کی عمر شریف ۳۵ سال کی تھی۔ اور آپ حضرت
 عائشہ سے پانچ سال بڑی تھیں۔

نکاح جس وقت آنحضرت صلعم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اسوقت حضرت
 فاطمہ ناگتہ رات تھیں لوگوں نے پیغام دیئے ان میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر
 نے آنحضرت صلعم سے حضرت فاطمہ سے عقد کرنے کی استدعا کی آپ نے فرمایا دو حکم
 اکی کا انتظار کرو۔

اس کا ذکر حضرت ابو بکر نے حضرت عمر سے کیا اور ان کو بھی ترغیب دی کہ تم اپنے لیے پیغام
 دو چنانچہ حضرت عمر نے بھی اپنی استدعا پیش کی اور وہی جواب پایا جو حضرت ابو بکر
 کو ملا تھا۔

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لوگوں نے آمادہ کیا لیکن آپ کو اپنی بے پروا سامانی پر
 تامل ہوا اور یہ بھی خیال آیا کہ اب حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے بعد میرے لیے کیا گنجائش

ہو سکتی ہے لیکن جب لوگوں نے اس امر پر زیادہ مجبور کیا اور آنحضرت صلعم کی قربت کا استحقاق یاد دلایا تو آپ نے آنحضرت صلعم سے بطریقہ پیغام عرض کیا رسول صلعم نے یہ استدعا قبول فرمائی اور حضرت فاطمہ سے ذکر کیا کہ علی کا رجحان خاطر تمہاری طرف ہو آپ خاموش ہو رہیں چونکہ اس خاموشی سے ایک طرح کی رضامندی معلوم ہوئی اسلئے آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ سے شادی کے چار مہینے بعد اگلے محرم ۳ھ میں حضرت علی سے عقد کر دیا۔

حضرت علی نے شادی کے وقت اپنا اونٹ اور بعض اسباب فروخت کر دالا تھا جس کی کل قیمت چار سو آنسی درہم تک پہنچتی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ دو ثلث خوشبویت میں صرف کرو اور ایک ثلث متاع میں (یعنی سامان خورد و نوش اور دیگر جملہ ضروریات خانگی)۔ ع ۵۰۔

شادی کا حال حضرت حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی شادی کا حال اس طرح بیان فرماتے علی کی زبان فلم سے آپ ہیں کہ ”میرے پاس ایک لونڈی تھی جس کو میں آزاد کر چکا تھا اُس نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت فاطمہ کا کسی نے پیغام دیا؟ میں نے کہا معلوم نہیں، پھر اُس نے کہا کہ آپ پیغام دیجئے آپ کو کونسا امر مانع ہے میں نے کہا کس بنا پر پیغام دینے کی جرأت کروں، میرے پاس کوئی چیز نہیں جس سے میں عقد کروں اُسے مکرر کہا کہ

لے لے لے ۲۵، ۲۶ طبقات ص ۱۱۰۔

ع ۵۱۔ صاحب مصنف سیر الصحابیات ۹۹ حضرت فاطمہ کے عقد کے بیان میں لکھتے ہیں دو ابن سعد نے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی آپ نے فرمایا جو خدا کا حکم ہو گا پھر حضرت عمر نے حرات کی اُن کو بھی آپ نے کچھ جواب نہیں دیا بلکہ وہی الفاظ وائے۔ پھر مصنف صاحب موصوف لکھتے ہیں ”لیکن بظاہر یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی ہے حافظ ابن حجر نے اصحاب میں ابن سعد کی اکثر روایتیں حضرت فاطمہ کے حال میں روایت کی ہیں لیکن اس کو نظر انداز کر دیا ہے“

معلوم نہیں ہوا صاحب موصوف ابن سعد سے بالخصوص اس روایت سے کیوں سفید بطن ہیں اور صرف حافظ ابن حجر کی نظر انداز دینے پر اس روایت کو غیر صحیح ماننے کی کیا وجہ ہو صاحب مصنف نے غرض اتنی رائے سے کام لیا کوئی

نہیں آپ آنحضرت صلعم کے پاس جائے چنانچہ میں اسکے اصرار سے حضور صلعم کی بارگاہ میں گیا لیکن آنحضرت کی جلالت و ہیبت کا مجھ پر اس قدر اثر ہوا کہ مجھے کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی اور میں خاموش بیٹھا رہا مجھ میں بالکل طاقت نہ تھی کہ کچھ کہوں تاکہ لیکن حضور ہی نے توجہ فرما کر دریافت فرمایا کہ کیا فاطمہ کے پیغام کے لئے آئے ہو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آنحضرت نے فرمایا تمہارے پاس کوئی چیز مہر ادا کرنے کے لئے بھی ہے عرض کیا نہیں، فرمایا وہ حطی زرہ کہاں ہے جو میں نے تم کو دی تھی۔ وہی مہرین دیدم۔ اُس زرہ کی قیمت چار سو درہم سے زائد نہ تھی۔ نکاح ہوا اور وہ زرہ بالعوض مہر دیدی۔

ایک روایت یہ بھی مذکور ہے کہ انصار کی ایک جماعت نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت فاطمہ کے پیغام دینے کی ترغیب دی چنانچہ آپ آنحضرت صلعم کی خدمت میں گئے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو آپ نے عرض کیا کہ حضرت فاطمہ سے عقد کی خواہش ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ادا ہوا اور حجاب ان دو کلموں سے زیادہ آپ نے کچھ ارشاد فرمایا۔ حضرت علیؑ آپ کے انصار کی جماعت جو کہ منتظر تھی مستفسر ہوئی کہ حضور نے کیا ارشاد فرمایا۔ حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ آنحضرت صلعم نے مجھ سے ادا و مرجا کے سو اور کچھ نہ فرمایا۔ ان لوگوں نے کہ رسول صلعم کا ادا و مرجا ہی فرمانا کافی ہے۔

۱۔ اہل الباقیہ صفحہ ۵۲۰ و ۵۲۱۔

۲۔ قوی دلیل پیش نہیں کی اور نہ کسی قسم کا حاکم کیا صنعت روایت کے دو ہی سبب ہوتے ہیں یا تو اسناد میں کلام ہو یا روایت کوئی نقص ہو بغیر اسکے کہ صاحب موصوف اس مول سے بحث کرتے اور کسی قسم کے اسباب بتلاتے صرف یہ کہ اگر وہ بظاہر یہ روایت صحیح نہیں، عمدہ برا کیسے ہو سکتے ہیں اس روایت کی صحت میں کوئی کلام نہیں، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے اس پیغام دینے سے نہ اخلاق بر کوئی اثر پڑتا ہے اور نہ معاذ اللہ آنحضرت صلعم یا آپ کی صاحبزادی کی اسمیں کسر شان ہو، متعدد صحاب کا پیغام دینا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ پھر آنحضرت صلعم سے نزع انتساب حاصل کرنے کی کسو آئندہ نہ ہوگی چہ جائیکہ حضرت ابوبکرؓ جیسے بار غار اور حضرت عمرؓ جیسے حامیان اسلام۔ بہر حال صرف حافظ ابن حجر کا اپنی کتاب میں لکھنا اس روایت کی عدم صحت کے لئے کافی ثبوت نہیں ہے۔

جب نکل سے فراغت ہو گئی تو آنحضرت رسول اکرم نے فرمایا کہ شادی کے لیے ولیمہ بھی ضروری ہے حضرت سعدؓ کے کہا میرے پاس ایک بھیڑ ہے اس سے ولیمہ کر دیا جائے اور اسی طرح سے انصار کے ایک قبیلہ نے حسب استطاعت ولیمہ کا انتظام کر لیا۔

رخصتی حضرت علیؓ نے ایک چھوٹا سا مکان رسول صلعم کے مکان سے کسی قدر فاصلہ پر کرایہ پر لے لیا تھا۔ آنحضرت صلعم نے اپنی لونڈی ام ایمن کے ہمراہ حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کے گھر رخصت کر دیا۔ رخصتی کے وقت حضرت علیؓ سے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب تک تم مجھ سے نہ مل لو کوئی بات (فاطمہؓ) نہ کرنا۔ پھر آنحضرت صلعم حضرت علیؓ کے گھر تشریف لے گئے پانی طلب کیا اس سے وضو کیا اور حضرت علیؓ پر وہ پانی ڈال دیا اور یہ دعا پڑھی **روا اللہ عنہما بآئین فیہما** **دیارت علیہما وبارک لہما فی منسلکہما**۔

دوسری روایت میں مذکور ہے کہ جب بنو دنیا کے بادشاہ کی معزز بیٹی رخصت ہو کر خسرال جاتے لگیں تو آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ جب تک میں تمہارے پاس نہ آؤں تم فاطمہؓ کے پاس نہ جانا۔ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ دونوں گھر کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ پھر آنحضرت تشریف لائے آپ نے دروازہ کھلوایا۔ ام ایمن دروازہ کھولنے آئیں تو یہ گفتگو ہوئی۔

آنحضرت صلعم کیا میرا بھائی بھی اس مکان میں ہے۔
 ام ایمن۔ آپ کے بھائی کیسے ہوئے حالانکہ آئے۔ اپنی صاحبزادی کا عقد ان سے کیا ہے۔
 آنحضرت صلعم۔ ان وہ ایسا ہی ہے (پھر آپ نے دریافت کیا) کیا اس جگہ اسما بنت عمیس بھی ہیں۔
 اور کیا تم بنت رسول اللہؐ کی تعظیم و تکریم کے لیے آئی ہو۔

ام ایمن۔ جی ہاں اسما بنت عمیس بھی ہیں اور میں بنت رسول اللہؐ کی تعظیم و تکریم کے لیے آئی ہوں۔
 آپ نے ام ایمن کو دعا کے خیر سے سرفراز فرمایا پھر پانی طلب کیا۔ پیالہ پیا اور کسی برتن میں پانی پیش کیا گیا۔ آپ نے اس برتن میں ہاتھ دھوئے۔ پھر آنحضرت علیؓ کو بلا کر ان کے دونوں شانوں اور بازو اور سینہ پر وہ پانی چھڑک دیا۔ پھر حضرت فاطمہؓ کو بلایا تو وہ شرم و حیا سے جھجکتی ہوئی آنحضرت کے پاس آئیں آپ نے ان پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا کہ فاطمہؓ میں نے تمہاری شادی

حاکمات سے ہیں لیکن بحیثیت ہیمن رحلت فرما گئے۔

حضرت فاطمہ کے فضائل و مناقب بیشمار ہیں منجملہ اُن کے اہل بیت میں اگرچہ فضائل و مناقب بہت سے بزرگ داخل ہیں لیکن ان سب میں زیادہ قابل غطیت سیدہ عالم حضرت فاطمہ کا وجود گرامی ہے۔ اِنْفَاذُ يَدِ اللَّهِ لِيَذْهَبَ عَنْكُمُ الرِّجْسُ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا کا نزول حضرت فاطمہ کے فضائل و مناقب پر خاص طور سے دال ہے و علیہ الرحمہ بن ابی نعیم بروایت ابی سعید الخدری لکھتے ہیں کہ آنحضرت مسلم نے فرمایا: وَسَيِّدَةُ النَّسَاءِ أَهْلُ الْحَبَّةِ۔ یعنی فاطمہ حبّت کی عورتوں کی سردار ہیں۔“

ایک دفعہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خطا کھینچے پھر لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ یہ کیا ہے۔ سب نے عرض کیا اللہ اور اسکا رسول زیادہ واقف ہے، آپ نے فرمایا فاطمہ بنت محمد، خدیجہ بنت خویلد، حریم بنت عمران، آسیہ بنت مرزا (حم)۔ (عورت فرعون کی) ان لوگوں کو جنت کی عورتوں پر سب سے زیادہ فضیلت ہے۔“

خدا نے تعالیٰ نے طبقہ انیسواں میں حضرت فاطمہ کی ذات مبارک میں جو مناقب و دلیت کیے
ہیں اُس کی نظیر سے صفحات تاریخ مملو ہیں جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث حضرت
فاطمہ کے فضائل کے لئے ایک بہترین شاہد ہے۔ کفایہ من فناء العالمین مرہو بہ نبوت عمر
و خدیجۃ بنت خویلد، وفاطمہ بنت محمد و آسیہ امراۃ فرعون علیہا یعنی ہماری تقلید کیلئے
تمام دنیا کی عورتوں میں مریم، خدیجہ، فاطمہ، آسیہ کافی ہیں۔

صدافت درست گوئی میں بھی حضرت فاطمہ کی کوئی نظیر نہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ
ما زلت أحداً كان أهدق لجة من فاطمة إلا أن يكون الذي ولد لها صلعم - میں نے
فاطمہ سے بڑھکر درست گوئی کو نہیں دیکھا لیکن اُن کے والد اَحضرت صلعم البتہ مستثنیٰ ہیں۔
حضرت رسول صلعم جب کسی سفر سے مراجعت فرماتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ کے گھر تشریف
لے لیتے۔ حضرت فاطمہ کے ساتھ جعفر رَاہب تھے صلعم کو محبت تھی اُتنی اور کسی اولاد کے ساتھ

له زياتي صفحہ ۱۳ ج ۳۔ آیت شعیاب ص ۴، و ص ۵، آیت شعیاب ص ۱، و ص ۲، آیت ترمذی

کتاب المناقب، ۵۱ شتیب ۴۲ ج ۲ - ۶۷ اساس الفایه ص ۵۲۳ -

یعنی حالانکہ آپ کی بعض ہنیں آپ سے زیادہ تیز، فہم، اور خوبصورت تھیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فاطمہ بہت محبوب تھیں۔

حضرت فاطمہ اگرچہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین اولاد تھیں لیکن انھوں نے کوئی دنیاوی فائدہ نہیں اٹھایا۔

حضرت فاطمہ کے بچلے اور فضائل کے ایک تفصیل یہ بھی ہو کہ قیامت کے دن ایک ندائے غیبی ہو گی کہ یا اہل الحج غصوا! بھاگ کر ہم عن فاطمہ بنت محمد حتی تمنا۔ اے لوگو! تم اپنی آنکھیں بند کر لو تاکہ حضرت فاطمہ گزر جائیں۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا تمہاری وضامندی سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور تمہارے غیظ و غضب سے وہ غضبناک ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر یا جنگ سے مراجعت فرماتے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور نماز ادا فرماتے پھر حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لے جاتے پھر دیگر ازواج مطہرات کے پاس۔

ایک تابعی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ کس کو محبوب رکھتے ہیں آپ نے جواب دیا عورتوں میں فاطمہ کو اور مردوں میں ان کے شوہر علی کو۔

حضرت فاطمہ ہمیشہ سے اپنے ہر ایک انداز کھانے، پینے، بول چال لباس وغیرہ غرض ہر ایک میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تقلید کرتی تھیں حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہ سے زیادہ نشست و برخاست، عادت و فضائل طرز و گفتگو، لہجہ میں آنحضرت کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت فاطمہ جب اپنے باپ کے پاس آتیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے اور پیشانی کو بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھالیتے۔ اور یہی طریقہ عمل حضرت فاطمہ کا بھی تھا۔

اُم سلمہ کہتی ہیں کہ رفتار و گفتار میں بہترین نمونہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فاطمہ ہیں۔ یہی اسباب ہیں کہ جن کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے زیادہ محبت رکھتے تھے۔ حضرت فاطمہ کا حلیہ بھی

۱۔ اسناد الخ ۲۔ صفحہ ۲۵ ۳۔ سنن ابوداؤد ۴۔ اسناد الخ ۵۔ صفحہ ۲۵ ۶۔ ایضاً صفحہ ۲۵ ۷۔ دامیہ صفحہ ۲۵

استیجاب صفحہ ۲۵ ۸۔ ایضاً صفحہ ۲۵ ۹۔ ہتیاب صفحہ ۲۵ ۱۰۔ ابوداؤد و بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

آنحضرت صلعم سے بہت ملنا جلتا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میری آنکھوں نے رسول اللہ صلعم کے بعد فاطمہؓ سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا۔

عام حالات
 لڑکی خواہ امیر کی ہو یا فقیر کی سن شعور تک تودہ اپنے شفیق والدین کی گود میں پرورش پاتی ہے، اور فطرتاً ایک گونہ اپنے والدین، بہن بھائی اور اُس گھر سے جہان اپنی عمر کا ایک بہترین حصہ گزار چکی ہے۔ محبت و ہمدردی ہو جاتی ہے لیکن چھوڑ دینا بہت جلد آجاتا ہے جہان اُس کو ایک نئی دنیا اور نئی زندگی اور نئے لوگوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور اپنے شفیق والدین سے مفارقت اختیار کرنا پڑتی ہے۔ یہ وہ وقت ہے جبکہ والدین باتباع شریعت لڑکی کا ہاتھ ایک اجنبی مرد کے ہاتھ میں بندھتے ہیں اور اپنے فرض منصبی سے دست بردار ہو جاتے ہیں وہ وقت لڑکی کے لیے ایک دردناک وقت ہوتا ہے۔
 رخصتی کے وقت لڑکی کا گھر بجائے عسکر کے مائیکہ بن جاتا ہے لڑکی تقاضائے دل سے مجبور ہو کر گردن جھکائے زار و قطار دیتی رہتی ہے۔

چنانچہ حضرت فاطمہ سیدہ النساء کا جب عقد ہوا تو آپ بھی نجیال مفارقت و دوری تھیں۔ اسی عرصہ میں سردار کائنات نبی صلعم مکان کے اندر تشریف لائے حضرت فاطمہ کو اس عالم (ہشکاری) میں دیکھا تو فرمایا اے بیٹی فاطمہ! یہ رونا کیسا میں نے تمہاری شادی ایسے شخص سے کی ہے، جو علم و حلم میں سب سے افضل اور سلام لانے میں سب سے اول ہے۔
 ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت فاطمہ کی طبیعت کچھ ناساز ہوئی آنحضرت صلعم عیادت کو تشریف لائے اپنے فرمایا بیٹی تم کیسی ہو، جواب دیا مجھے تکلیف ہے لیکن اُس تکلیف میں مزید اضافہ یہ ہے کہ میرے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں ہے اپنے فرمایا بیٹی کیا تم کو پسند نہیں ہے کہ تم دنیا کی عورتوں کی سردار ہو انھوں نے عرض کیا کہ مریم بنت عمران کا کیا مرتبہ ہے، اپنے فرمایا وہ اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار ہیں تم اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار ہو، اور خدا کی قسم میں نے تمہاری شادی دنیا اور دین سے سردار سے کی ہے۔

آنحضرت صلعم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابو الیوب انصاری کے مکان میں فیکوش

ہوئے، جب حضرت فاطمہ کا عقد ہوا تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم کوئی مکان کرنا پر
 لے لو چنانچہ ایک مکان آنحضرت صلعم کے قیام گاہ سے کسی قدر فاصلہ پر لے لیا اور اُسی مکان میں حضرت
 کریمؐ کے لیے گئے۔ رخصتی کے بعد آنحضرت صلعم حضرت زینب کے یہاں تشریف لے گئے، اثنائے گفتگو میں اپنے
 اپنی صاحبزادی سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم کو اپنے قریب بلا لوں۔ حضرت فاطمہ نے عرض کیا کہ
 آپ عارت بن لہان سے فرمائیے وہ کوئی مکان آپ کے قریب بیٹھ سکے۔ آپ نے فرمایا بیٹی عارت بن لہان
 سے بہت کتے ہوئے شرم آتی۔ ہے اتفاق سے یہ خبر عارت کو پہنچی تو بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر
 عرض کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ اپنی صاحبزادی صاحبہ کو اپنے قریب کے مکان میں منتقل کرنا
 چاہتے ہیں لہذا میرے مکانات موجود ہیں حضرت فاطمہ کو بلا لیجئے۔ میرا جان و مال اللہ اور اُس کے
 رسول کے لئے قربان ہوا اور بخدا جو چیز آپ مجھ سے لین گے مجھے اُس کا آپ کے پاس رہنا میرے
 پاس کے رہنے سے زیادہ محبوب ہوگا۔ رسول صلعم نے فرمایا تم نے سچ کہا خدا تم کو برکت دے اور
 اپنی رحمت تم پر نازل کرے، پھر حضرت فاطمہ کو عارت کے مکان میں منتقل کر لیا
 حضرت فاطمہ نہایت متقی و پرہیزگار، دیندار خاتون تھیں اُن کی زندگی کا تمام زہد و تقویٰ
 پر گزرا، صبر و تحمل اور ہر دورِ عاف و شرم و حیا کی آپ بہترین مثال ہیں دنیاوی تکالیف و مصائب
 کا آپ کو ذرا بھی خیال نہیں ہوتا تھا۔ آپ کی زندگی جس غسرت و تنگدستی میں بسر ہوئی اسکا
 اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے گھر کا تمام کام خود کرتی تھیں۔ روزانہ کی محنت
 و جانفشانی یہ تھی کہ اس قدر چکی پیٹی تھیں کہ ہاتھوں میں چھائے بڑھاتے تھے، پانی کی مشک سے
 اگر وسیت میں نشان بن گئے تھے، اور گھر میں جھاڑو دینے اور چوٹے کے پاس بیٹھ کر چوٹھا پھونکنے سے
 کپڑے میلے و کثیف ہو جاتے تھے۔

فتوحات کی کثرت تھی مدینہ میں مال و زر کے خزانے لُٹ رہے تھے لیکن کوئی سوال کرے کہ
 سیدہ النساء حضرت فاطمہ کا کوئی اس میں حصہ تھا تو اسکا جواب سوائے نفی کے اور کچھ نہیں
 ہو سکتا۔ بایں ہمہ جب آنحضرت صلعم سے یہ تکلیف دہ حالت غرض کر کے لونڈی کی اسندھا
 کیجاتی تو آپ دوسرے طریقہ سے تسکین و نشفی، وعظ و نصیحت کر دیتے، کبھی کوئی وظیفہ بتا دیتے

اور کبھی دنیا کی بے ثباتی کا حال بیان فرمادیتے، کبھی صاف انکار کر کے فرمادیتے کہ یہ فقر اور تنائی کا حق ہے
 ائمہ حدیث فرماتے ہیں کہ حقیقتاً چکی پیسنے کے نشان حضرت سیدۃ النساء فاطمہ کے ہاتھوں میں چمکے
 تھے، اور چولہا پھونکنے سے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا تھا لیکن یہ قدرت نہ تھی کہ ایک کمیز رکھ سکیں
 ایک دن حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے کہا اب تو باقی بھرتے بھرتے سینہ درد کرنے لگا، آجکل دربار
 نبوت میں بہت سے قیدی آئے ہیں تم جاؤ اور ایک خادمہ حضرت صلعم سے مانگو۔ حضرت فاطمہ نے کہا
 میں اپنا حال کس سے کہوں میرا خود یہ حال، یہ کہ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں گھٹے پڑ گئے، پھر آپ اپنے
 والد بزرگوار رسول صلعم کی خدمت میں گئیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کیا حال ہے کیسے آئیں کیا کوئی
 کام ہے آپ نے عرض کیا کوئی کام نہیں صرف سلام کے لیے حاضر ہوئی۔ حضرت فاطمہ مر اسم آداب و
 سلام بجا لاکر اپنے گھر واپس آئیں جن باتوں کے اظہار کی ضرورت تھی اور جس گزارش کے لیے گئی
 تھیں شرم کے مارے اُسکا اظہار نہ کیا۔ جب گھر واپس آئیں تو حضرت علی نے کہا تم جس کام کو گئی
 تھیں کیا کر کے آئیں آپ نے کہا میں سلام کر کے چلی آئی۔ پھر شرم و حیا نے اجازت نہ دی کہ میں
 کوئی سوال کرتی۔ پھر دونوں میان بیوی آنحضرت صلعم کی خدمت میں گئے حضرت علی نے عرض
 کیا یا رسول اللہ باقی بھرتے بھرتے سینہ درد کر آیا حضرت فاطمہ نے عرض کیا چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں
 گھٹے پڑ گئے اب ایسی تکلیفیں ناقابل برداشت ہیں چھنور کی بارگاہ میں بہت سے قیدی آئے ہیں
 ان میں سے ایک ہم کو دیجئے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا بخدا میں تم دونوں کو کوئی خادم نہیں دے سکتا
 کیا میں اہل صفہ کے حق کو چھوڑ دوں اور ان کو بھول جاؤں۔ جو فقر و فاقہ کی بدولت نان شبیہ کو
 محتاج ہیں اور میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے کہ میں ان لوگوں کے لیے صرف کروں اور امداد
 دوں سوائے اُس سنگہ ان قیدیوں کو فروخت کروں اور اُسکی قیمت سے اہل صفہ کی ضرورت
 پوری کروں جب یہ دونوں ایک منصفانہ جواب سن کر گھر واپس آئے تو آنحضرت صلعم ان کے گھر
 تشریف لائے اُسوقت دونوں اپنے اپنے فقیرانہ بستر پر آرام کے لیے لیٹ چکے تھے لیکن جب
 آنحضرت صلعم کو آتے دیکھا تو تعظیماً و تکرماً اُٹھ آئے آپ نے فرمایا تم نے جس چیز کی ضرورت ظاہر کی
 تھی اور جس کے تم خواہشمند تھے اُس سے بہتر ایک چیز تم کو بتانے کے لیے آیا ہوں اُٹھو ان کے
 عرض کیا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا دو ہر نماز کے بعد دس دس بار سبحان اللہ و الحمد للہ و اللہ

بر حوالہ اور سوئے وقت سبحان اللہ و الحمد للہ ۳۳-۳۳- بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ کر
 لکرو۔ یہی تمہارے لیے بہترین خادم ہیں۔

اسی روایت کے سلسلہ میں ہادی نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کی بے بضاعتی و بے مانگی
 کا اظہار کیا ہو کہ جب وہ دونوں سبزون پر آرام کے لیے لیٹے تو اوڑھنے کا چادر اس قدر چھوٹا
 تھا کہ جب آپ دونوں اپنے پیروں کو ڈھانکنا چاہتے تو سر کھل جاتا اور اگر سر ڈھانکنا چاہتے تو
 پیر کھل جاتے تھے۔

حضرت علی جناب سیدہ فاطمہ کی خاطر داری کا بہت خیال رکھتے تھے، اور کوئی بات
 منشاء کے خلاف پسند نہ کرتے تھے، لیکن پھر بھی رسول صلعم اُن کو تاکید فرماتے تھے کہ فاطمہ کے ساتھ
 اچھا برتاؤ کرنا، دہر حضرت فاطمہ کو بھی بار بار نصیحت کرتے رہتے تھے کہ عورت کا بڑا فرض شوہر کی
 اطاعت و فرمانبرداری ہے، آپ ہمیشہ دونوں کے تعلقات میں خوشگوار سی پیدا کرنے کی کوشش
 فرماتے رہتے تھے۔ لیکن زن و شوئی کے تعلقات معاشرت ایسے اہم اور سخت ہیں کہ کیسی ہی
 احتیاط کی جائے، پھر بھی کبھی نہ کبھی ایسے اتفاقات پیش آجائے ہیں جس سے رنج و ملال پیدا
 ہو جاتا ہے۔ جس سے لطف و محبت کی زندگانی میں بد مزگی پیدا ہو جاتی ہے۔

چنانچہ ایک دفعہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کی خدمت میں تشدد سے کام لیا آپ کو ناگوار لگنا
 آپ کبیدہ خاطر اپنے والد بزرگوار رسول صلعم کی خدمت میں گئیں (آپ کے پیچھے پیچھے حضرت
 علی بھی گئے اور ایسی جگہ کھڑے ہو گئے کہ آنحضرت صلعم اور حضرت فاطمہ کی گفتگو سن سکیں،
 حضرت علی کی شدت مزاج و عفتہ کی خفا کی آپ نے فرمایا اے بیٹی جو کچھ میں کہوں اسکو
 غور و فکر سے سنو اور عمل کرو۔ وہ مرد و عورت ہی کیا جنکے درمیان کوئی امر واقع نہ ہو اور
 یہ کیا ضروری ہے کہ مرد تمام کام عورت کے منشاء کے مطابق ہی کرے اور شوہر اپنی بیوی کو کچھ
 نہ کہے۔ حضرت علی پر اس مصلحانہ جواب کا اس قدر اثر ہوا کہ پھر انھوں نے کوئی ایسی بات
 نہ کی جس سے حضرت فاطمہ بخیدہ خاطر ہوتی۔

حضرت علی خود فرماتے ہیں کہ میں جب تشدد حضرت فاطمہ پر کرتا تھا اُس سے میں دست بردار

ہو گیا۔ اور میں نے اپنی بیوی سے کہا خدا کی قسم میں بے بسا نفل نہ کروں گا جس سے تم بخیر رہو اور تمہاری دشمنی ہو۔

حضرت علی اور حضرت فاطمہ کے درمیان جب کبھی خانگی معاملات میں کوئی رنجش ہو جاتی تو آنحضرت صلعم اُسی طرح صلح کر دیتے۔ اور آپ کو ان دونوں کی مصالحت سے غیر معمولی مسرت ہوتی تھی ایک مرتبہ ایسا ہی اتفاق پھر پیش آیا آپ حضرت علی کے یہاں تشریف لے گئے اُسوقت آپ کے چہرہ مبارک پر کچھ آثار رنج و ملال کے نمایاں تھے۔ آپ نے ان دونوں میں صلح کرادی۔ جب باہر تشریف لائے تو آپ کا چہرہ مبارک بشارت تھا لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ یہ کیا بات ہے جب آپ گھر میں تشریف لے گئے تو آپ کا چہرہ متغیر تھا اور اب بشارت ہے۔ فرمایا میں نے ایسے دو شخصوں میں مصالحت کرادی جو مجھے محبوب تھے

آنحضرت صلعم دنیاوی زینت و آرایش کو بہت ناپسند فرماتے تھے اور اولاد کے لیے بھی یہی صورت تھی آپ خود بھی زینت و آرایش کی چیز اولاد کو نہ دیتے تھے اور نہ دوسروں کو دنیا پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو ایک سوئیکا ہار واجباً آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا اے فاطمہ کیا تم لوگوں سے کلو لانا چاہتی ہو کہ رسول اللہ کی اہلی آل کا ہار پہنتی ہے یہ حضرت سیدہ فاطمہ نے اُس کو فروخت کر کے اُس کی قیمت سے ایک غلام خریدا لیا۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کسی غزوہ سے واپس تشریف لائے تو حضرت فاطمہ نے بطور مقدمہ گھر کے دروازوں پر پردے لگا دیے، اور امام حسن، و امام حسین علیہما السلام کو چاندنی کے لنگن پہنا دیے جب آنحضرت صلعم حسب معمول حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے تو اس ساز و سامان کو دیکھ کر واپس تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ کو آپ کی ایسی کا حال معلوم ہوا تو سچے گھٹن کے مزاج کے خلاف گذر افروز پر دونوں کو چاک کر ڈالا۔ صاحبزادوں کے

پاتھون سے کنگن اُتار لیے۔

صاحبزادے روتے ہوئے آنحضرت صلعم کے پاس گئے، آپ نے فرمایا اگرچہ میرے اہل بیت ہیں مگر میں نہیں چاہتا کہ دنیا کے زخرفات سے آلودہ ہوں۔ اور صحابہ سے فرمایا کہ اسکے عیوض ہاتھی دانت کے کنگن خرید کر لا دو۔

ابن ہشام بن مغیرہ برادر ابی جہل نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا تم عورت اور بنت ابی جہل سے نکاح کر لو حضرت علی کا یہ ارادہ آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا تو آپ کو سخت ناگوار گذرا آپ مسجد میں تشریف لائے اور عمر پر یہ خطبہ پڑھا۔

ان بنی ہشام بن المغیرۃ استاد ذوقی	آل ہشام علی بن ابی طالب سے اپنی لڑکی کا نکاح
ان بنی کجوالا بنتہم علی بن ابی طالب	کرنے کے لیے مجھ سے اجازت چاہتے ہیں لیکن
فلا اذن ثم لا اذن الا ان یرید	میں اجازت نہ دو نکاح البتہ بن ابی طالب میری
ابن ابی طالب ان یطلق اینتی وینک	لڑکی کو طلاق دیکر اُس کی لڑکی سے نکاح کر لین
انبتہم فانما ہی لضعفۃ منی یریبی	فاطمہ میری عجز گوشت ہے جس نے اُس کو اذیت
مالا یبھا ویرید منی ما اذا ہا۔۔۔	دی گویا اُس نے مجھے اذیت دی جس سے اُسے دکھ
	ہونے لگا اس سے مجھے جی پورے گا۔

اور فرمایا،

وانی لست باحرم حلالاً ولا حلالاً	اور میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں
حراماً و لکن واللہ لا یجتمع بنت	کرنا چاہتا ہوں لیکن خدا کی قسم تک رسول
رسول اللہ و بنت عبد اللہ	کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی دونوں ایک جگہ
أجد انا۔۔۔	جمع نہیں ہو سکتیں۔

اس خطبہ کا یہ اثر ہوا کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کی زندگی تک کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔

کسی صاحب کو مبادیہ خیال ہو کہ (معاذ اللہ) آنحضرت صلعم نے عورت اپنی بیٹی پر حرت پہنے کی

لے ابو داؤد و نسائی سے ماخوذ، ص ۲۷۷، صحیح بخاری ص ۲۷۷ ج ۲۔ صحیح بخاری ص ۲۷۷ ج ۲۔

استیعاب ص ۱۷۷۔

و حسبہ سے حضرت علیؑ کو اجازت نہ دی، خطبہ میں یہ الفاظ نہیں اور نہ خطبہ سے دنیاوی مفاد کا ترشح ہے یہ پہلے ہی لکھا جا چکا ہے کہ آنحضرتؐ صلعم نے کوئی دنیاوی فائدہ کبھی نہیں حاصل کیا باوجود رسول خدا ہونے کے اپنی عمر نہایت عسرت و تنگی سے بسر کی تاکہ غافلین دنیا متنبہ ہو جائیں کہ دنیا کا ملین کے لیے باعث عزت و وقعت نہیں۔

حضرت علیؑ کو اجازت نکاح نہ دینے کے چند وجوہ ہیں اولاً اسوجہ سے کہ اُس سے حضرت فاطمہؑ کو تکلیف پہنچتی اور اس تکلیف کا پہنچنا گویا آنحضرتؐ صلعم کو تکلیف پہنچانا تھا اور آنحضرتؐ صلعم کو تکلیف دینا گویا خدا سے تعالیٰ کو ناراض کرنا ہے۔ اور ایسا فعل حضرت علیؑ مرتضیٰ کے لیے زبیانہ ہوتا۔ دوسرے اسوجہ سے کہ حضرت فاطمہؑ پر بسبب غیرت کے فتنہ و فساد کا احتمال تھا تیسرے آنحضرتؐ صلعم کا اجازت نہ دینا کچھ اسوجہ سے نہ تھا کہ آپؐ دو عورتوں کا جمع ہونا پسند نہیں فرماتے تھے اسلئے مخالفت فرمائی۔ ہرگز ایسا خیال نہ تھا بلکہ اپنے فضلے الکی سے متنبہ فرمایا کہ تقدیر الکی یہی ہے کہ یہ دونوں جمع نہ ہوں گے۔

یحییٰ ابن سعد قطانی کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن داؤد سے لا اذن الا ان یرید بن ابی طالب ان یطلق ابنتی و ینکح ابنہم۔ اس ارشاد نبی صلعم کے معنی پوچھے تو انھوں نے کہا کہ اللہ نے حرام کر دیا حضرت علیؑ پر کہ وہ حضرت فاطمہؑ کی حیات میں کسی اور سے نکاح کریں کیونکہ کلام اللہ میں ہے وَمَا تَاْمُرُوْا بِاللّٰہِ سَوَّلَ فِیْہِمْ دَعْوًا مَّا تَخْلِفُ عَلٰیہُمْ عَیْنٌ فَاصْبِرُوْا (ترجمہ) اور (مسلمانو!) پیغمبر جو چیز تم کو (ہاتھ اٹھا کر) دیدیا کریں وہ لوے لیا کر دو اور جس چیز کے لیے تم کو منع کریں اُس سے دست کش رہو۔

جب آنحضرتؐ صلعم نے فرمایا کہ میں اجازت نہیں دیتا تو حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کو حضرت فاطمہؑ کی موجودگی میں بلا اجازت آنحضرتؐ صلعم کے دوسری عورت سے نکاح درست نہیں۔ عمرو بن داؤد کہتے ہیں جبکہ آنحضرتؐ صلعم کا ارشاد ہے، فاطمۃ بضعة منی یربیبی مالاً و یربیبی مآلاً اذ اھا، تو بیشک حضرت علیؑ پر حرام ہے کہ فاطمہؑ کی موجودگی میں کوئی دوسرا نکاح کریں، اور اس سے آنحضرتؐ صلعم کو تکلیف دینا، اور دھاک لگانا تو ذوالقرنین اللہ

کے موافق بھی کسی مسلمان کو لائق نہیں ہے کہ رسول اللہ تکلیف دینا اپہو بچائے۔
 یحییٰ بن سعد قطانی اور عمرو بن داؤد نے اس سلسلہ کو بہت واضح اور مشرح طریقہ سے صاف
 کر دیا اب کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ وَمَا اتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ
 فَانْتَهُوا اور وہاں کہ ان لوگو! رسول اللہ سے تمام شکوک محو ہو گئے۔ اور اسی پر
 کاربند رہنا چاہیے۔

شعار اسلام ہمارا ایمان ہے کہ ہم اُس کو تسلیم کریں اور دل سے عمل کریں رسول اللہ کا
 ہر فعل ہمارے لیے طریقہ عمل ہے خدائے تعالیٰ متعدد جگہ اپنے رسول کی اطاعت کے لیے
 فرماتا ہے۔

أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ۔ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو۔ (آل عمران پارہ ۳)۔
 مَنْ طَاعَ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اُسے اللہ کی اطاعت کی (النساء پارہ ۱)
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا طِيعُوا اللَّهَ لَكُمْ دُونِكُمْ (ایمان لائے ہو اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت
 ورسوایہ ولا توالوا أنفسکم) کرو اور اُس سے روگردانی نہ کرو (نفال پارہ ۹)
 خدائے تعالیٰ اپنے رسول کا مرتبہ بتلا کر بندوں کو مستند کرتا ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا بِالْمُحَمَّدِ مِنْ نَفْسِهِمْ۔ پیغمبر مسلمانوں پر خود ان کی جانوں سے بھی حق زیادہ رکھتے ہیں
 أَرْوَاهُمْ (اور مسلمانوں کا پاس کی جگہ میں اور پیغمبر کی یو یان (ادب و تعظیم میں) اس کی
 ماسین ہیں۔ (الاحزاب پارہ ۲۱)۔

مطلب یہ ہے کہ ہر ایک شخص اپنی جان کا پاس کرتا ہے لیکن پیغمبروں کے حکم کا پاس سے
 زیادہ کرنا چاہیے۔ جو شخص خدائے رسول کو قیلاً و فعلاً جانی و مالی کوئی ایذا دے یا اُن کے فعل
 حکم کو استہزاء قرار دے یا کلمہ چینی کرے تو اُس کے لیے خدائے تعالیٰ تہدید کرتا ہے۔
 إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ جَوْگ اللہ اور اُس کے رسول کو کسی طرح کی ایذا دیتے ہیں اُن پر دنیا
 لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ اور آخرت میں خدا کی عیبگاری ہے اور خدائے اُن کے لیے نولک
 وَعَذَابٌ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ عذاب تیار کیا ہے (الاحزاب پارہ ۲۱)

آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، اور امام حسنؓ، اور امام حسینؓ سے فرمایا کہ تم لوگوں کی جس شخص سے لڑائی ہے اُس سے میری بھی لڑائی ہے اور جس سے تمہاری صلح ہے اُس سے میری بھی یعنی جن لوگوں سے تم رضامند نہ ہو گے ان سے میں بھی رضامند نہ ہوں گا اور جس سے تم خوش رہو گے اُس سے میں بھی۔ یہ افضلے محبت کا انتہائی اثر ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جبوقت میری شادی حضرت فاطمہؓ سے ہوئی تو میرے اور فاطمہؓ کے لیے کوئی بستر تک نہ تھا صرف ایک بھیڑ کی کھال تھی رات کو اُسپر لیٹ رہتا تھا اور دن میں اُس سے شکریہ کا کام لیتا تھا اور نہ کوئی خادم تھا۔

ایک دفعہ حضرت علیؓ نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ آپ ہم دونوں (فاطمہؓ و علیؓ) میں سے کس کو زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم سے زیادہ فاطمہؓ محبوب ہو اور فاطمہؓ سے زیادہ تم عزیز ہو۔

آنحضرت صلعم کی سرگوشی مشہور روایت کے مطابق حضرت فاطمہؓ کی عمر انیس سال کی تھی کہ وحادہ ثمر جانداز۔ والد بزرگوار رسول صلعم کا سایہ ماطفت سر سے اٹھ گیا یہ صرف داغِ غم تھا نہ تھا بلکہ داغِ یتیمی تھا۔

آنحضرت صلعم کی محبوب ترین اولاد آپ ہی تھیں، اور دوسرے آنحضرت صلعم کی اولاد میں صرف آپ ہی کا وجود گرامی یہ حدِ مدِّ جانکاہ اٹھائے اور رونے کے لیے باقی تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ وفات سے قبل آنحضرت صلعم کے پاس میں بیٹھی ہوئی تھی کہ فاطمہؓ آئیں تو آنحضرت صلعم نے مرحبا یا بنتی، لکھ کر اپنے دائیں یا بائیں جانب بٹھا لیا پھر آپ نے اُن کے کان میں چپ فرمایا وہ رونے لگیں پھر دوبارہ کچھ کان میں فرمایا تو ہنسنے لگیں مجھے بڑا تعجب ہوا اور مجھ سے نہ کہا گیا میں نے فاطمہؓ سے پوچھا یہ کیا بات جو اس سے قبل میں نے

ایک ہی وقت میں رونے اور ہنسنے کا اتصال نہیں دیکھا جیسا کہ اس موقع پر دیکھا فاطمہؓ نے جواب دیا میں نے آپ کو اپنے باپ کا رافض نہ کر دیا کی۔ جب رسول صلعم کا وصال ہو گیا تو میں نے میرا فاطمہؓ سے کہا اُس روز رونے اور ہنسنے کا کیا سبب تھا فاطمہؓ نے کہا چوکر آنحضرت صلعم

اس عالم سے تشریف لینگے۔ اسلئے اب میں اس واقعہ کو بیان کرتی ہوں دو پہلی مرتبہ تو آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ جبریل علیہ السلام سال میں ایک مرتبہ قرآن پاک کا دور کرنے تھے اس کے خلاف معمول سال میں دو بار دور کیا اس سے قیاس ہوتا ہو کہ میری موت کا وقت فریبہا گیا ہے اور تم میرے اہل بیت میں سے پہلے مجھ سے لوگی۔ اس پر میں رونے لگی پھر اپنے دوبارہ فرمایا کیا تم اس کو پسند نہیں کرتیں کہ تم دنیا کی تمام عورتوں کی سزاوار ہو۔ میں یہ سن کر ہنسنے لگی۔ وفات سے قبل جب آنحضرت صلعم پر غشی طاری ہوئی تو حضرت فاطمہ فرماتی تھیں۔

”اگر دیا جائے، ہائے میرے باپ کی بچینی۔ اس پر آنحضرت صلعم نے فرمایا تمہارا باپ آج کے بعد پھر بچپن نہ ہوگا۔

یہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد تک بنات طلیات میں صرف حضرت فاطمہ کا وجود گرامی تھا۔ لیکن حقیقتاً امر یہ ہے کہ آپ پر بہت بڑی مصیبت پڑی اور آپ کی زندگی بھی اُسی دن ختم ہو گئی۔ جس دن یہ صدمہ جانکاہ دیکھنا نصیب ہوا۔

کتب سیر میں مذکور ہے کہ وفات کے بعد حضرت فاطمہ بہت رنجیدہ رہا کرتی تھیں چنانچہ بقیۃ ایام حیات میں آپ کو کسی نے ہنستا ہوا نہیں دیکھا۔

جب آنحضرت صلعم کی تہنیز و تکفین سے صحابہ فارغ ہو کر حضرت فاطمہ کی خدمت میں آئے اور آپ کی تسلی و تسکینی کرنے لگے تو آپ نے حضرت انسؓ سے پوچھا کیا تم رسول اللہ کو دفن کر لے آؤ گے انھوں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا تمہارے دل نے کیسے گوارا کیا کہ تم نے کسی من خاک کے بیچے آنحضرت کو دبا دیا۔

آنحضرت صلعم کی قبر پر آپ تشریف لے گئیں وہاں روئیں اور ایک مشت خاک قبر شریف سے لیکر آنکھوں سے لگائی اور یہ دوشعر پڑھتے۔

ماذا علی من شتم ثوب احمدؐ کیا پائے اس شخص کو کہ خاک گزارا باد آنحضرت صلعم
ان لا یشتم علی الزمان غوالیا سو گئے وہ لازم ہوا سپر کہ بھرا دہ تمام کر گئی خوشبو گلے

حُبَّتْ عَلَى مَصَائِبَ لَوْ أَنَّهَا
 حُبَّتْ عَلَى الْإِيَّامِ صَرَاحَ لِيَا لِيَا
 یہ عمر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہیں۔ جو حضرت فاطمہ نے وقت حاضری مزار مبارک
 پڑھے اور جو اشعار آنحضرت صلعم کے مرتبے کے متعلق آپ سے منسوب ہیں وہ یہ ہیں
 انجبراً فاق السماء وكورت ۛ
 شمس النهار واطلم العصران ۛ
 والارض من بعد النبی كئیبة
 اسفا علیہ كثيرۃ الاحزان
 قلبك شروق البلاد وغربها
 ولتلك مضر وكل ميسان
 وليك الطود الاشم وجوۛ
 والبیت والاسرار والاركان
 یا خاتم الرسل المبارک صنوءۛ
 صلے علیك منزل القرآن
 آنحضرت صلعم کے انتقال کے بعد میراث کا مسئلہ پیش ہوا حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر
 سے فرمایا کہ جو کچھ میراث ہو اس کو تقسیم کر دو۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ رسول اللہ کے اعزہ
 کو اپنے اعزہ سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں لیکن دقت یہ ہے کہ خود آنحضرت نے ارشاد فرمایا
 ہے کہ انبیاء جو مال متروک چھوڑتے ہیں وہ کل کا کل صدقہ ہوتا ہے اس میں درانت نہیں ہوتی
 اس بنا پر میں کیوں کر تقسیم کر سکتا ہوں۔ اس پر حضرت فاطمہ کو بہت قلق ہوا
 صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ کو اس گفتگو سے سخت صدمہ ہوا اور وہ حضرت ابوبکر
 سے اس قدر ناراض ہوئیں کہ آخر وقت تک ان سے اس معاملہ میں بات چیت نہ کی۔

ام سلمہ کہتی ہیں کہ سبقت حضرت فاطمہ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو حضرت علیؓ مہرین تشریف
 نہیں رکھتے تھے حضرت فاطمہ نے مجھ سے کہا کہ بانی کا انتظام کرو دو میں غسل کروں گی اور صاف و عمدہ
 کپڑے نکال دو وہ ہنوں گی چنانچہ میں نے یہ سب انتظام کر دیا۔ آپ نے خوب اچھی طرح
 غسل کر کے کپڑے پہنے پھر فرمایا کہ میرا بستر کرو میں لیٹوں گی میں نے بستر بھی کر دیا وہ بستر پر
 قبلہ رو لیٹ گئیں اور مجھ سے فرمایا اب مفارقت کا وقت قریب ہو میں غسل کر چکی ہوں اس لئے
 اب غسل کی مگر ضرورت نہیں ہو اور نہ اب میرا بدن کھل جائے چنانچہ اسکے بعد ہی انتقال ہو گیا
 جب حضرت علیؓ آئے تو میں نے یہ واقعہ بیان کیا انھوں نے اُسی غسل پر اکتفا کیا اور ان کو
 دفن کر دیا۔ یہی روایت کتاب صابہ میں اُم رافع سے مروی ہے۔

جنازہ میں بہت کم لوگوں کو شرکت کا موقع ملا اس کی وجہ یہ تھی کہ رات کو انتقال ہوا اور حضرت
 علیؓ سے وصیت کر دی تھی کہ میں رات کو دفن کر دی جاؤں چنانچہ رات ہی کو دفن کر دی گئیں
 چونکہ رات کا وقت تھا لوگوں کو وفات کی خبر نہ ہو پرخ سکی۔ اسلئے اکثر لوگ شرکت دفن
 سے محروم رہے۔

سیدۃ النساء حضرت فاطمہ کے مزار میں اتنا کی شرم و حیا تھی جیسا کہ وفات کا وقت قریب آیا تو
 آپ نے حضرت اسماء بنت عمیس سے فرمایا کہ مجھے پسند نہیں ہے کہ عورت کا جنازہ قبرستان
 تک کھلا ہوا جائے اس میں بے پردگی ہوتی ہے اور مرد و عورت کے جنازہ میں کوئی تفریق نہیں
 رکھی گئی، مرد بر اکرتے ہیں کہ جنازہ کھلا ہوا ایسا جاتے ہیں یہ مجھے بالکل پسند نہیں ہے حضرت اسماء
 نے کیا یا بنت رسول اللہ میں نے حبش میں ایک بہترین طریقہ دیکھا ہے اگر آپ حکم دین تو
 وہی طریقہ پیش کروں۔ یہ لکڑی کی چند شاخیں منگوائیں اور ان پر کپڑا اتانا جس سے ایک پردہ
 کی صورت نکل آئی۔ آپ کو یہ طریقہ بہت پسند آیا اور بہت خوش ہوئیں۔ چنانچہ آپ کا جنازہ
 اُسی طرح پردہ میں قبر تک گیا۔ اور سلام میں ہی پہلی خاتون ہیں چنانچہ جنازہ اس طریقہ سے
 اٹھایا گیا۔ آپ ہی کی ذات مقدس نے اس پردہ کو رائج کیا اور آج تک اسی پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔

طبقات صفحہ ۱ و ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷

ایکے بعد حضرت زینب بنت جحش کا بھی جنازہ اسی طرح اٹھایا گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب تھیں و تکفین سے فارغ ہو کر گھر تشریف لائے تو مغموں و محزون اور بہت پریشان تھے۔ اسی شدت غم و الم میں آپ نے یہ شعر پڑھے۔

ارمی علی لدنیا علی کثیر
رصاصا حتی المات علی
لکل اجتماع من خلیلین فرقة
وکل الذی دون الفراق قلیل
وان افتقاد فی طایب اجد احمد
دلیل علی ان لا یدوم خلیل
میں خیال کرتا ہوں کہ مجھ میں دنیا کی بیماریاں کثرت
پیدا ہوئیں ہیں اور ازل دنیا جب تک دنیا میں ہر بیماری
ہر ایک جائی (دور) کے بعد دوستوں سے مفارقت
بھجاتی ہو اور وہ زمانہ جو فراق کے ساتھ توجہ غور و تامل
رسول صلعم کے بعد فاطمہ کی مفارقت اس بات پر دلالت
رتی کہ دوست ہمیشہ نہیں رہتے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت فاطمہ کی قبر شریف پر روزانہ تشریف لیجاتے اور
حضرت فاطمہ کو یاد کر کے یہ شعر پڑھتے تھے۔

مالی مہرت علی القبر مسلما
قبر الحبيب فلم یدرجوا بی
یا قبر مالک لا تجب ضادیا
امللت بعدی خلة الاحباب
خدا یا کیا جو میرے واسطے کہ میں تیرے پرگذاشتا ہوں
درنگدازد کہ قبر کے چاروں طرف سلام کرنے والا ہوتا ہوں
لیکن حبیب کی قبر میرے سلام کا جواب نہیں دیتی
اے قبر چلو گیا ہو گیا، ورنہ پکارنے والے کو کوئی جواب
نہیں دیتی (حلوں ہوتا ہی کہوں نے میرے بعد آکر بیٹھتے
دوستوں کی موت (رہی) کہہ کر دیا (منقطع کر دیا)

اس شعر کے جواب میں حضرت علی کو (حضرت فاطمہ کی طرف سے) ہاتھ غیبی نے یہ
جواب دیا۔

قال الحبيب کیف لی مجواکم
وانا دھین بجدال و تراب
جیسا کہ میں نے کہا کہ آپ میں کون ہے اس میں ہر جواب
دے اور میرا حال میری بی بی جان کی حالت سے

استیجاب حضرت علیؑ در پرتو حضرت علیؑ
صف ۳۶، صف ۳۷،

اکل التراب محاسنی نفسیتکم

وحیبت عن اہلی وعن اقرابی

فعلیکم منی السلام لقطعت

منی منکم خلۃ الاحباب

کیف ڈھیر میں بی ہوئی ہوں مٹی نے میرے تمام

محاسن کو کھالیا اور میں تم کو بھول گئی اور میں اپنے

اہل و درمہر لوگوں سے پوشیدہ ہو گئی ہوں -

تم کو میری طرف سے سلام پہنچے (اور انہیں مجھ سے

اور تم سے دوستی کی رستی منقطع ہو گئی) -

دفن اوقادی کہتے ہیں میں نے عبدالرحمن بن ابی لیسلی سے کہا کہ اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ اگر حضرت فاطمہ کی قبر مقام بقیع میں ہے۔ آپ کا اس بارہ میں کیا خیال ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ مقام بقیع میں وہ دفن نہیں کی لیکن دو دراعقیل، میں دفن کی گئیں ان کی قبر اور راستہ کے درمیان تقریباً سات ہاتھ کا فاصلہ ہے۔

شرف فضیلت اس امر میں محدثین کا اختلاف ہے کہ اس امت میں شرف فضیلت کسکو حاصل ہے۔ کسی نے حضرت عائشہ صدیقہ کو افضل قرار دیا ہے، کسی نے

حضرت فاطمہ کو۔ لیکن عام مسلمانوں کا اعتقاد یہی ہے کہ حضرت فاطمہ افضل ہیں۔

پھر اس امر میں بھی اختلاف ہے کہ حضرت خدیجہ رضیہ افضل ہیں یا حضرت عائشہ صدیقہ رضیہ۔

لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ حقیقتیں مختلف ہیں۔ اولیت اسلام، اور ابتدائی

کوششوں، اور تصدیق رسالت، اور آنحضرت صلیع کی اعانت و امداد کے

لحاظ سے حضرت خدیجہ رضیہ افضل ہیں۔ اور علم و عظمت، ذکاوت، ذہانت،

عقلمندی کو دیکھتے ہوئے حضرت عائشہ صدیقہ رضیہ کا مرتبہ زیادہ ہے۔

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کی فضیلت اسوجہ سے ہے کہ وہ

رسول اللہ صلیع کی صاحبزادی ہیں۔ لیکن یہ خیال صرف حسن عقاد پر ہے۔ ان کی

ذاتی خوبیوں کا مجموعہ جو ہر خود ان کی فضیلت پر دال ہے۔ اسلام نبی جسی،

شرف کا لحاظ نہیں رکھتا، نہ ہر ذہن تو یہی خود ایک ایسا وصف ہے جو اپنے معیار

کے اعتبار سے ہر خوبی کے لیے کفیل ہو سکتا ہے۔

آنحضرت صلعم نے خود ایک مرتبہ حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کہ تم یہ خیال نہ کرنا کہ میں تمہارا باپ ہوں، آخرت میں تمہاری مدد کرونگا میں بلا اذن کسی کی شفاعت نہ کروں گا تم خود عمل صالح کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ اسی سے امداد چاہو اور یہ سمجھ لو کہ آخرت میں کوئی چیز سولے عمل صالح کے فائدہ مند نہیں ہے۔

حضرت امامہؑ

نام امامہ نام ہے، ان کے والد ماجد حضرت ابو العاص بن ربیع بن عبد العزیٰ۔ اور والدہ ماجدہ حضرت زینب بنت رسول اللہ ہیں۔

ولادت اپنے نانا آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں پیدا ہوئیں۔

نکاح آنحضرت صلعم کی حیات مبارک میں جب سن شعور کو پہنچیں تو ان کی شادی کی نہ کر ہوئی۔ چونکہ حضرت فاطمہؑ کا انتقال ہو چکا تھا اور حضرت فاطمہؑ کی وصیت بھی یہی تھی کہ میرے بعد حضرت علیؑ امامہ سے عقد کریں۔ ایسے حضرت امامہ کا عقد حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ سے کر دیا گیا۔

حضرت امامہ کی شادی کا سراج نام زبیر بن العوامؓ کے ہاتھوں ہوا تھا ایسے کہ حضرت ابو العاص نے انھی کو حضرت امامہ کے نکاح کرے کی وصیت کی تھی۔

جب حضرت علیؑ شہید ہوئے تو اس خیال سے کہ معاویہؓ حضرت امامہ سے عقد نہ کر لیں۔ آپ نے معیرہ بن نوفلؓ کو وصیت کی کہ تم میرے بعد امامہ سے عقد کر لیتا چنانچہ حضرت علیؑ کے انتقال اور عدت گزرنے کے بعد معیرہ بن نوفلؓ سے عقد ہو گیا۔

۱۔ طبقات صفحہ ۲۶۶ اسد الغابہ صفحہ ۴۰۰ و استیعاب صفحہ ۲۶۶ و دانشور صفحہ ۶۵، ۶۳ ایضاً۔

۲۔ اسد الغابہ صفحہ ۴۰۰ و استیعاب صفحہ ۶۵۔

حضرت لبابة الكبرى

نام { ان کا نام لبابة ہے، الکبریٰ لقب، اور ام الفضل کنیت، یہ ماہ اپنی کنیت کے ساتھ زیادہ مشہور و معروف ہیں، ان کے والد ماجد حارث بن حزن الہلالی تھے، اور والدہ بہت (خولہ) بنت عوف قبیلہ کنانہ سے تھیں۔۔۔

نکاح { ام الفضل (لبابة) کا نکاح حضرت عباس بن عبدالمطلب سے ہوا۔ (جو کہ آنحضرت کے عم محترم تھے)۔

اسلام { ام الفضل (لبابة) خواتین مکہ میں پہلی خاتون ہیں جو حضرت خدیجہ بنت خویلدہ (زوجہ بنی صلعم) کے بعد اسلام لائیں۔

ہجرت { حضرت عباس بن عبدالمطلب کے اسلام لانے کے بعد حضرت ام الفضل (لبابة) نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

فضل و کمال { حضرت ام الفضل (لبابة) نے آنحضرت صلعم سے تقریباً بیس احادیث روایت کی ہیں، جنکے اکثر اولوں کے نام یہ ہیں۔ عبد اللہ، تمام، انس بن مالک، عبد اللہ بن حارث، عمر، کریم، قابوس،

خاص خصوصیت { آنحضرت صلعم کے قبل بعد نبوت کسی خاتون کو یہ شرف حاصل نہ تھا کہ آپ کا سر مبارک اپنی گود میں رکھ کر بال صاف کرتی۔ گنگھی کرتی

یا مسجہ لگاتی اور نہ آنحضرت صلعم اس کو پسند فرماتے لیکن یہ شرف و عزت خصوصیت سے ام الفضل (لبابة) ہی کو حاصل تھا کہ سر مبارک اپنی گود میں رکھ کر آپ کے بال صاف کرتیں۔ اور مسجہ لگاتی تھیں۔

عام حالات۔ رسول صلعم ام الفضل کے گھر ان کو دیکھنے اکثر تشریف لجاتے تھے۔ اور

طبقات صفحہ ۲۰۳، واسطیاب صفحہ ۶۶۹، طبقات صفحہ ۲۰۳، ۵۲

اسد الغابہ صفحہ ۵۲، طبقات صفحہ ۲۰۳۔

۱۔ غنی کے گھر دوپہر کے وقت تھوڑی دیر آرام فرماتے تھے۔

ام الفضل کی حقیقی، وعلاتی، اور اخلاقی، کئی بہنیں تھیں اور یہ سب بہنیں خاندان قریش
وہاشم کے معزز گھرانوں میں بیاہی گئی تھیں۔ چنانچہ ام الفضل کی حقیقی بہن حضرت سیمونہ کوہ مخضرت
کے دائرہ ازدواج میں شامل ہونے کا شرف حاصل تھیں، اور لبابۃ الکبریٰ (ام الفضل) حضرت
عبداللہ بن کرم، سلمیٰ حضرت حمزہؓ کو، اور اسماءؓ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ (جو حضرت علیؓ علیہ السلام
کے بھائی تھے)، منسوب تھیں۔ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے بعد اسماءؓ کا عقد حضرت ابوبکر صدیقؓ
سے ہوا پھر حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے۔

اسی بنا پر ام الفضل کی والدہ بہت رنج و غم کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے سمدھیانے کے لحاظ سے بڑی خوش نصیب ہیں، اور اس میں انکا کوئی نظیر نہیں ہے۔

آنحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے کہ ام الفضل، حضرت میمونہ، سکینی، اما ایہ چاروں مؤمنہ
ہندیں ہیں۔

حجۃ الوداع میں ام الفضل نے آنحضرت صلعم کی ہمرکابی میں حج بھی کیا تھا۔ اس موقع پر عرفہ کے دن لوگوں کو آنحضرت صلعم کے صائم ہونے میں شک ہوا اور ام الفضل سے اپنا شک ظاہر کیا تو اپنے دودھ کا ایک پیالہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں بھیجا۔ اپنے دودھ پی لیا لوگوں کو تشفی ہو گئی اور انکا شبہ دور ہو گیا۔

ام الفضل عابدہ، زایدہ عقین ہر دو شنبہ و پنج شنبہ کو روزہ رکھتی عقین۔ ایک دفعہ ام الفضل نے آنحضرت مسلم سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے عضلے مباک میں سے ایک عضو میرے گود میں ہے۔ آنحضرت مسلم نے فرمایا وانشاء اللہ خیراً، قاطبہ کے بیان کے مطابق یہاں ہوا کا اور تم اس کو دودھ پلاؤ گی۔ اور تم اس کی کفیل رہو گی چنانچہ حضرت قاطبہ کے فرزند ارجمند امام حسین پیدا ہوئے۔ ام الفضل ان کی کفیل رہیں۔ ایک روز

طبعة طبقات صفحہ ۲۳، و متیغاب صفحہ ۵۳۹۔ ۲ اصابع صفحہ ۹۳۸، ۱ اصابع صفحہ ۹۳۷
اصابع صفحہ ۳۹، و متیغاب صفحہ ۴۴، ۲ اصابع صفحہ ۹۳، و متیغاب صفحہ ۴۴، ۳ اصابع صفحہ ۹۳۸ و طبقات
صفحہ ۲۰۲ و مجمع بخاری صفحہ ۲۶، ۱۔ ۶ طبقات صفحہ ۲ و خلاصۃ التہذیب صفحہ ۹۵، ۲۔

حسین علیہ السلام نے آنحضرت صلعم پر پیشاب کر دیا اُم الفضل نے اُن کو آپ کی گود سے لے لیا اور غصہ سے جھڑکا اور کہا تم نے آنحضرت صلعم پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے فرمایا تم نے میرے بچے کو جھڑکا کر مجھے تکلیف دی پھر پانی سے پیشاب دھویا۔

اولاد اُم الفضل نسبت دیگر خواتین کے اولاد کی طرف سے بہت زیادہ خوش نصیب تھیں۔ اُن کی کل اولادین نہایت قابل تھیں۔ ابو الفضل، عبداللہ، عبید اللہ، معبد، قثم، عبدالرحمن، ام حبیبہ، یہ سب اُم الفضل کی باقیات صالحات ہیں۔
عبداللہ بن یزید اہلالی شاعر اُم الفضل کی خوش قسمتی پر فخر و ناز کرتا ہوا یہ شعر لکھتا ہے۔

ما ولدت نجبة من فحل	نہیں جنی کوئی شریف زادی کسی شریف مرد سے نسل
کستہ من بطن اُم الفضل	ان کچھ بچوں کے کو اُم الفضل کے بطن سے ہیں۔
اکرم بها من کملہ رکھل	کس قدر اچھی اور ہر عورت ہر اور کس قدر اچھا اور ہر مرد ہر مرد کو
عمّ النبی المصطفیٰ ذی الفضل	نبی کریمؐ صاحب فضل اور خاتم الانبیاء اور
وخاتم الرسل وخیر الرسل	بہترین پیغمبر کے چچا ہیں۔

وفات اُم الفضل نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں داعی اجل کو لبیک کہا اُس وقت اُن کے شوہر حضرت عباسؓ زندہ تھے۔

حضرت فاطمہ رضی

نام { فاطمہ نام ہے، ان کے والد قیس بن خالد الکبریٰ بن دہر تھے، اور والدہ اُمیمہ بنت ربیعہ بن قبیلہ کنانہ سے تھیں۔ اور ان کے بھائی ضحاک تھے، فاطمہ اپنے بھائی سے دس سال بڑی تھیں۔

نکاح { ابو عمر و حفص بن مغیرہ سے نکاح ہوا تھا۔

ہجرت { ہجرت کے پہلے دور میں جبکہ عورتوں نے مکہ سے ہجرت کی اُس میں یہ بھی شامل تھیں۔

فضل و کمال { یہ نہایت عقل مند، سمجھدار، ادیب، فاضلہ، صاحبہ الرائے، ناقب الفکر، ذی کمال خاتون تھیں۔ اکثر ثقہ راویوں نے اُن کے حوالہ سے چند احادیث کی روایت کی ہے جنہیں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ شعبی۔ بخاری۔ ابوسلمہ، قاسم بن محمد، ابوبکر بن ابوالجہیم، سعید بن مسیب۔ عروہ، عبد اللہ بن عبد اللہ، اسود، سلیمان بن بشار، عروہ الرحمن بن عاصم، یحییٰ بن یحییٰ۔

جب حضرت عمر بن الخطابؓ نے ۲۳ ہجری میں شہید ہوئے، تو مجلس شوریٰ انھی حضرت فاطمہ کے گھر منعقد ہوئی، چونکہ فاطمہ ایک عقلیہ، فہمیدہ، ذی علم، صاحبہ الرائے خاتون تھیں، اسلئے ان سے بھی مشورہ لیا جاتا تھا۔

عام حالات { جبکہ حضرت علی علیہ السلام سلمہ میں بین کی طرف ایک لشکر لے کر جا رہے تھے اُن کی ہمراہی میں حضرت فاطمہ کے شوہر ابوبکر و بھائی تھے، سد ہارنے وقت ابو عمر نے اپنے وکیل نکاح عیاش بن ابی ربیعہ کی معرفت اپنی بڑی فاطمہ کو آخری طلاق

۱۔ متیحاب ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱

(دو طلاق دے چکے تھے) کہلا بھیجی۔ اور بطور نفقہ پانچ صلح جو، پانچ صلح خرے بھی بھیجے جب حضرت فاطمہ نے عیاش سے اپنے کھلنے اور پینے اور مکان کا مطالبہ کیا تو عیاش نے کہا تمہارے شوہر نے مرنے پر خرے اور جو دیئے ہیں اور ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ جو کچھ دیا گیا محض احسان و مہر دی ہو ورنہ اب تمہارا کوئی حق ہمارے ذمہ نہیں رہی فاطمہ کو یہ بات بہت ناگوار گذری اور اپنے کپڑے وغیرہ لیکر آنحضرت صلیم کی خدمت میں حاضر ہوئیں خالد بن ولید وغیرہ بھی وہاں پہنچے فاطمہ نے یہ سب قصہ آنحضرت صلیم سے بیان کیا آپ نے استفسار فرمایا کہ تم کو ابو عمر نے کتنی مرتبہ طلاق دی۔ حضرت فاطمہ نے عرض کیا کہ تین بار، آنحضرت صلیم نے فرمایا کہ تمہارا نان و نفقہ ابو عمرو پر واجب نہیں اب تم عدت کا زمانہ آم شریک کے یہاں گزار دو لیکن آم شریک کے اعزہ و اقارب کی آمد و رفت ان کے مکان میں بھی اس لئے آپ نے دوبارہ یہ حکم دیا کہ ابن مکتوم نابینا اور تمہارے ابن عم ہیں ایسے بہتر ہے کہ تم ان کے یہاں رہ کر عدت کا زمانہ گزارو۔ چنانچہ حضرت فاطمہ تبسمیل ارشاد آنحضرت صلیم ان کے یہاں رہنے لگیں جب عدت کا زمانہ منقضی ہوا تو ہر طرف سے لوگوں کے پیغام عقد آنے لگے جس میں امیر معاویہ بن ابی سفیان اور ابو جہم اور اسامہ بن زید کا بھی پیغام تھا آنحضرت فاطمہ نے آنحضرت صلیم سے ان پیغاموں کے بارے میں مشورہ کیا آپ نے فرمایا معاویہ فقیر و مفلس ہے۔ اس کے پاس کچھ نہیں اور ابو جہم جھگڑالو اور سخت مزاج ہے، اسامہ بن زید ان دونوں سے بہتر ہے چونکہ حضرت فاطمہ کا خیال تھا کہ آنحضرت صلیم اپنے شرف ازواج سے سرفراز فرمائیں گے اس لئے انھوں نے اسامہ بن زید سے عقد کرنے میں تامل کیا۔ آنحضرت صلیم نے فرمایا تمہیں کیوں عذر ہو، خدا اور رسول کی اطاعت کرو اس میں تمہاری کیا عیالی ہے۔ یہ ارشاد مبارک سن کر اسامہ بن زید سے نکاح کر لیا۔

حضرت فاطمہ کہتی ہیں کہ میں اس عقد کے بعد لوگوں کے نزدیک قابل رشک بن گئی۔

خلاق اور حسن جمال حضرت فاطمہ ایک تہاد، حسین و جمیل خاتون تھیں۔ اور صفت حسن و جمال ظاہرہ ہی سے کہتے نہ تھیں۔ بلکہ (سوئے پرشہاگہ) یہ کہ نہایت شریفانہ عادات و خلاق و خصال

۱۔ طبقات صفحہ ۲۔ وصحہ ۲۰۱ و صحیح مسلم صفحہ ۲۸۳ و وصحہ ۲۸۴ و حدیث ایک مسند صفحہ ۱۷۱۔ ۱۷۲

فَإِذَا بَلَغَ الْبُلُغَ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ بِمَرْجَبٍ
 عورتیں اپنی عدت پوری کرنے پر آمین تو دیا تو رجوع کر کے (سیدھی طرح اُن کو اپنی زوجیت
 میں) رکھے رہو یا سیدھی طرح ان کو خصلت کر دو۔

اس بنا پر تن طلاق کے بعد کسی بات کا احتمال در شبہ نہیں ہے اور دوسرے تمہارا ذاتی
 خیال بھی یہ ہو کہ عورت تا وقتیکہ حاملہ نہ ہو اُس کو نان نفقہ نہیں دینا چاہیے۔ لہذا اب تم کو
 اُس کے روکنے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے۔

شریعت اسلامی میں طلاق اگرچہ بہت ہی ناپسندیدہ بات ہو لیکن اگر مرد کو مطلقاً اُس کا اختیار
 نہ دیا جائے تو بعض صورتوں میں بڑے بڑے فسادات کا احتمال ہو جیسا کہ دوسری قوموں
 میں دیکھا جاتا ہے اُن کے مذہب میں طلاق نہیں مگر عیسوی اُن کو اسلامی قاعدے کی
 طرف رجوع کرنا پڑتا ہے، اسلام نے طلاق جائز رکھی ہے مگر اس میں بڑی احتیاط
 کی ہو کہ حتی الامکان طلاق کی نوبت نہ آئے۔ اور اگر آئے تو زن و شوہر میں کسی کی حق
 تلفی نہ ہو، اولاً حیض کے دنوں میں طلاق کا دینا منع ہے، اس میں مصلحت یہ ہو کہ ان ایام
 میں میان بیوی چار و ناچار ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں۔ تعجب نہیں کہ عیسیٰ کی
 طلاق کی محرک ہو اب جس کو طلاق دینا ہو تو ایسی حالت میں کہ عورت غسل سے فارغ ہو چکا
 تاکہ ظاہر ہو جائے کہ داعیہ طلاق قوی ہے۔ پھر طلاق کے بعد عدت ہو اس میں ایک
 نسب کی احتیاط ہو کہ عدت کی مدت میں متوازن ترین بار عدت کو دن آجائیں گے تو
 اچھی طرح اطمینان ہو جائے گا کہ حمل سے نہیں ہے۔

اگر عورت حمل سے ہو تو اُس کی عدت وضع محل تک ہو عدت میں مرد و عورت کو اچھا موقع
 دیا گیا ہو کہ مذاہب کریم اور مرد اپنی طلاق کو واپس لے جس کو اصطلاح شرع میں رجعت
 کہتے ہیں پھر طلاق میں اُس کا بھی لحاظ ہوتا ہے فائزہ اور بلال حضرت عورت کا وقت عدت
 میں متاخر ہو اور اُس کی عدت پوری کرنے کا موقع دیا جائے ایسے شرع
 سورت پر چن دیا گیا ہو کہ جب عورت غسل کرے ایک اس وقت اس کو طلاق دیا جائے جو

حاصل ہونے کی صورت میں بچنے کے دودھ پلانے کا موقع ہی جو اُس کے واسطے شائع نے نہایت عمدہ انتظام کر دیا ہے اور یہ سب احکام اُن آیتوں میں صراحت کیسا تھا مذکور ہیں۔

اسلام میں حکم ہے کہ مطلقہ عورتین عدت کے دن اپنے شوہر ہی کے گھر میں گزاریں اس حکم کے تحت صرف فاطمہ بنت قیس کی شہادت ہے کہ اُن کے شوہر نے اُن کو طلاق دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے اپنے شوہر کا گھر چھوڑ کر دوسرے گھر میں جا کر رہیں، فاطمہ اس واقعہ کو بیان کر کے اجازت انتقال مکان پر استدلال کرتی تھیں (جیسا کہ اپنی بھانجی بنت سعید بن زید کے لیے کیا حضرت عائشہ صدیقہ کے زمانے میں اس واقعہ کی سند سے، ایک معزز باپ نے اپنی مطلقہ بیٹی کو شوہر کے گھر سے بلوایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس عام حکم اسلامی کے مخالفت پر سخت اعتراض کیا مگر اُن اس زمانہ میں مدینہ کا گورنر تھا اُس کو کہلا بھیجا کہ تم سرکاری حیثیت سے اس معاملہ میں دخل دو اور نفیس مسئلہ کی نسبت فرمایا کہ اس واقعہ سے عام استدلال جائز نہیں۔ فاطمہ کا واقعہ یہ تھا کہ فاطمہ کے شوہر کا گھر شہر کے کنائے پر تھا اور رات کو جانوروں کا خوف رہتا تھا غیر محفوظ اور خوفناک مقام تھا۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اجازت دی کہ تم دوسری جگہ عدت کا زمانہ گزار دو۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے فاطمہ کا استدلال انتقال مکان پر ایک ضعیف استدلال معلوم ہوتا ہے کیونکہ واقعہ کی نوعیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مصلحتی اس امر پر مجبور نہیں کرتا کہ وہ ایک عام حکم شرعی سمجھا جائے، لیکن وہ ایک مخصوص حکم تھا جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ظاہر ہوا۔

کتب میں حضرت فاطمہ کے سنہ وفات کا پتہ نہیں چلتا لیکن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ { وفات } کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے۔

حضرت خنساء

نام اصل نام تاحتر ہے لیکن حسبی، وچالاک، اور حسن و جمال کی وجہ سے خنساء (جس کے معنی ہرنی کے ہن) کے لقب سے یاد کیجاتی ہیں یہ نسبت نام کے اُن کا لقب زیادہ مشہور ہے، نجد کی پہنے والی تھیں، اُن کے والد کا نام عمرو بن الشریح بن رباح ہے جو قبیلہ قیس کے خاندان سلیم سے تھے۔

بکاح اُن کا پہلا عقد رباح بن عبد الغریز اسلامی سے ہوا اُس کے انتقال کے بعد دوسرا عقد مروان بن ابوعامر سے ہوا۔

اسلام جب اُن فی مکہ سے آفتاب سالت طلوع ہوا اور اُس کی شعاعیں ایک عالم پر تو لگیں ہوئیں تو حضرت خنساء کی آنکھیں اُس صداقت پاش نورانیت سے جھپک نکلیں، اور وہ اپنی قوم کے چند افراد کے ساتھ مدینہ میں جناب سرور عالم کی بارگاہ نبوت میں شرف اسلام سے بہرہ اندوز ہوئیں۔

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک اُن کے اشعار سنتے رہے اور اُن کی فصاحت و بلاغت پر تعجب فرماتے رہے۔

صبر و استقلال و بیٹون کو حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت مسلمہ میں جب قادیسیہ کی جنگ شرکت جنگ کیلئے ترغیب ہوئی جس میں ایرانیوں نے بڑی طاقت سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا اُس میں حضرت خنساء اپنے بیٹوں کے جنگ میں موجود تھیں۔ رات کے وقت بیٹوں کو جنگ میں شرکت کے لئے جو موثر تقریر کی تھی وہ یہ ہوئی۔

۱۔ اسد اللہ جلد ۲ ص ۲۵۲ و ۲۵۳ ۲۔ اسد اللہ جلد ۲ ص ۲۵۴ ۳۔ اسد اللہ جلد ۲ ص ۲۵۵ ۴۔ اسد اللہ جلد ۲ ص ۲۵۶ ۵۔ اسد اللہ جلد ۲ ص ۲۵۷ ۶۔ اسد اللہ جلد ۲ ص ۲۵۸ ۷۔ اسد اللہ جلد ۲ ص ۲۵۹ ۸۔ اسد اللہ جلد ۲ ص ۲۶۰ ۹۔ اسد اللہ جلد ۲ ص ۲۶۱ ۱۰۔ اسد اللہ جلد ۲ ص ۲۶۲ ۱۱۔ اسد اللہ جلد ۲ ص ۲۶۳ ۱۲۔ اسد اللہ جلد ۲ ص ۲۶۴ ۱۳۔ اسد اللہ جلد ۲ ص ۲۶۵ ۱۴۔ اسد اللہ جلد ۲ ص ۲۶۶ ۱۵۔ اسد اللہ جلد ۲ ص ۲۶۷ ۱۶۔ اسد اللہ جلد ۲ ص ۲۶۸ ۱۷۔ اسد اللہ جلد ۲ ص ۲۶۹ ۱۸۔ اسد اللہ جلد ۲ ص ۲۷۰ ۱۹۔ اسد اللہ جلد ۲ ص ۲۷۱ ۲۰۔ اسد اللہ جلد ۲ ص ۲۷۲

لے میرے پیارے بیٹو!

تم اپنی خوشی سے اسلام لائے، اور اپنی رضا مندی سے تم نے ہجرت کی، اور قسم ہو اُس
خداے لایزال کی جس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں، جس طرح تم اپنی مان کے شکم
سے پیدا ہوئے اسی طرح تم اپنے باپ کے پیچھے فرزند ہو، اور نہ میں نے تمہارے باپ
سے خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا و ذلیل کیا، تمہارا نسب بے داغ ہے
اور تمہارے حسب میں کوئی نقص نہیں ہے۔

تم جانتے ہو مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کفار سے جہاد کرنے میں
کس قدر ثواب عظیم ہے۔ اور تم اس کو خوب غور سے سمجھ لو کہ عالم بادی کے مقابلہ میں
دنیلے فانی بیچ ہو خداوند تعالیٰ فرماتا ہے **وَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا**
وَصَابِرُوا زَلَّ الْأَعْيُنُ اللہ تعالیٰ تم کو نصیب فرمائے، مسلمانوں! (اُن تکلیفین کو
جو خدا کی راہ میں تم کو پیش آئیں) برداشت کرو، اور ایک دوسرے کو صبر کی تعلیم
دو، اور آپس میں مل جل کر رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ (آخر کار تم) اپنی
مراد کو پہنچو، جب تم دیکھ لو کہ لڑائی جوش پر آگئی اور اُس کے شعلے بھڑکنے لگے اور
اُس کے شرارے میدان جنگ میں منتشر ہونے لگے لڑائی میں گھس جاؤ اور
خوب لڑو اور خداے لایزال سے نصرت و فتح کے امیدوار رہو انشاء اللہ عالم آخرت
کی بزرگی و فضیلت پر کامیاب ہو جاؤ گے۔

جب صبح ہوئی تو یہ لوہا لالہ اسلام، و فدایان ملت، اپنی مان کی نصیحت پر کار بند رہ کر خیر
اشعار پڑھتے ہوئے میدان جنگ میں کود پڑے اور اپنی دلیری و شجاعت کے نہ صرف نقش
صفحات تاریخ میں ثبت کر گئے، بلکہ لوگوں کے دلوں پر اسکا سکھ بٹھا دیا۔ جہاں تک ہو سکا راہ خدا
میں لڑے آخر میں شہید ہو گئے، بہشت بہت برتریدہ عالم دوام ما ہے ایسے ہی فدایان
ملت کے لیے مخصوص ہے۔

لے آل عمران پارہ ۴ - ۵۵، الناحیہ صفحہ ۳۲، دستیاب ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، و در لہنہ

صلا داماہ صفحہ ۵۵، و ۵۵ -

جب غنسا کو یہ خبر وحشت اڑ ہوئی تو کہا خدا کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی شہادت کا شرف مجھے بخشا، خدا کی ذات سے اُمید ہے کہ میں ان بچوں سے اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت میں ملون گی۔

حضرت عمرؓ اُن کے بیٹوں کو فی کس دو سو درہم سالانہ وظیفہ دیتے تھے وہ اُن لوگوں کی شہادت کے بعد غنسا کے نام برابر جاری رکھا۔

حضرت غنسا کی شاعری کا حال ابتدا میں اس سے زیادہ نہ تھا کہ وہ عام حالات { کبھی کبھی دو تین شعر کہا کرتی تھیں۔

لیکن جب قبیلہ بنی اسد سے اُن کے قبیلہ کی لڑائی ہوئی اُس میں اُن کا حقیقی بھائی معاویہ مقتول ہوا اور دوسرا سوتیل بھائی صخر، ابو لور الاسدی کے نیزہ سے زخمی ہوا تو حضرت غنسا نے تقریباً ایک سال تک صخر کی بڑی محنت و جانفشانی سے تیمارداری کی لیکن زخم کاری کا عہدہ جابر نہ ہو سکا اور اپنی جہیتی میں کو دائمی مفارقت کا داغ دے کر سفر آخرت اختیار کیا۔

غنسا کو اپنے دونوں بھائیوں بہت محبت تھی لیکن صخر کے علم، بزرگداری، سخاوت، شجاعت، عقلمندی، حسن، کی وجہ سے اُن سے زیادہ مالوس اور گرویدہ محبت تھیں۔ اسی وجہ سے غنسا کو صخر کے انتقال سے سخت حد مرہ ہو گیا۔ اُسی وقت سے اپنے بھائی پر بے نظیر مہینے لکھنے شروع کیے۔

مرثیوں میں شدت غم و کثرت الالم کا اظہار ایسے دسوز و جانگداز الفاظ میں کرتی کہ لوگ بیتاب ہو جاتے۔ اور پڑھتے پڑھتے اشکباری کرنے لگتے۔ مرثیے کے چند شعر درج کیے جاتے ہیں جن سے اُن کی فصاحت و بلاغت اور جود و طبع کی آزمائش ہو سکتی ہے۔

اعینی جود اولاً تجد اؤ
الابتکیان لصخر المندی و
اے میری دونوں آنکھوں سخاوت اختیار کر دو انجیل نہ بجاؤ۔
کیا تم دونوں صخر صاحب سخا پر نہیں ہوتی ہو۔

۱۔ اسد الغابہ ص ۲۴۲ و تنبیہ ص ۲۴۲ و اسامیہ ص ۲۵۵ ۲۔ الہدایہ ص ۲۵۵ ۳۔ اسد الغابہ ص ۲۴۲ ۴۔ تنبیہ ص ۲۴۲ ۵۔ اسامیہ ص ۲۵۵

۶۔ ایضاً ص ۲۵۵ ۷۔ ایضاً و در المنثور ص ۱۱۔ ۸۔ ایضاً

کیا تم ایسے شخص پر جو نہایت دلیر اور خوبصورت تھا نہین
 رہتی ہو کیا تم نہین ہوتی سو ایسے شخص پر جو جان مردار عجب بکارت
 نہایت دراز تھا اور بلند مکان والا تھا (اور حال یہ ہے) کہ وہ اپنے
 قبیلہ کا سردار ایسی حالت میں ہو گیا کہ نو عمر بچہ پیدا اڑھی ہو چم
 کا تھا جب قوم نے بلند مراتب کے حصول میں کوشش
 کی تو اُس نے بھی اپنے ہاتھ حصولِ مراتب کیلئے دراز کیئے پس وہ
 اس عزت کو پہنچ گیا جو اُن لوگوں کے ہاتھوں سے بھی
 ادنیٰ تھی پھر وہ سادہ بندی کی حالت میں گذر گیا بزرگی کو تو دیکھتا
 ہو کہ وہ اُس کے گھر کا رستہ بتلاتی ہو فضلِ عجب خیال کرتا ہو کہ وہ اُسکی
 تعریف کرے، اور اگر شرافت اور عزت کا ذکر کیا جائے تو اُسکو ہی
 حالت میں پائیگا کہ اُس نے عزت کی چادر اُڑھائی (مخصوص کر لی)
 ہو اور یہ بند باندھ لیا ہو (یعنی اگر عزت و شرافت کا ذکر کیا
 کیا جائے تو بھی وہ سب فضل و شرف رہیگا)۔

زنانِ عرب کی عادت کے موافق خنساء اپنے مقتول بھائی کی قبر پر صبح و شام جا کر بیٹھتی تھیں
 اور اُس کو یاد کر کے روتیں اور مرنے پر ٹھہا کرتیں۔

طلوع شمس محکمہ صخر کی یاد دلاتا ہو یعنی جب سورج
 طلوع ہوتا ہو تو صخر کی یاد تازہ ہو جاتی ہے
 اور میں ہر روز غروبِ آفتاب کے وقت اُسکو یاد کرتی ہوں
 اگر دنیوالوں کی کثرت اپنے مدد پر میرے ارد گرد
 نہ ہوتی تو بالفردین اپنی جان ہلاک کر لیتی۔

يَذْكُرُنِي طُلُوعُ شَمْسٍ وَغُرُوبُهَا
 وَذِكْرُ كُلِّ غَرْبٍ شَمْسٍ
 وَلَوْلَا كَثْرَةُ الْبَاكِينَ حَوْلِي
 عَلَى أَمْوَالِهِمْ لَقُلْتُ نَفْسِي

اور دوسری جگہ فرماتی ہیں۔

إِلَّا يَا صَخْرَانِ أَبْكَيْتَ عَيْنِي

اے صخر اگر تو نے میری آنکھوں کو بولایا ہو تو کیا ہوا

اسلئے کہ تو نے ایک مدت دراز تک مہسایا بھی ہے
 میں مئی ہوں تجھ کو راتوں کے زمرہ میں جو جیسے جلا کر
 دیوہالی ہیں ادا نہیں اُن سے زیادہ سخت ہوں جو چرخ چکار
 کو ظاہر کر ہی ہیں میں نے تیری بدولت بہتے حوادث کو دفع
 کیا اس وقت جبکہ تو زندہ تھا لیکن اب کہ ہے کہ
 میرے اس بُرے حوادث کو دفع کرے گا۔
 جب کہی مشغول پر روزگارِ معلوم ہو تو میں ترے رونے کو
 بہت اچھا خیال کرتی ہوں بڑے بڑے لوگ مخری عزت و قدر
 کو سنے نہیں گیا کہ وہ ایک بار شہرِ حلی جو لڑیاں گشت و شن ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر تین تحقیق، ان کے سر پر ایون کا ایک سر بند بندھا ہوا تھا جو عین شدت غم و الم کی نشانی سمجھی جاتی تھی۔

۱۰۰ و ۱۱۱ ص ۱۱۱

وَاللّٰهُ لَا اَمْتَحُمَا شَرَا رَهًا
وَهُوَ التَّائِي اَخْصَعُ عَلٰى عَا رَهًا
وَلَوْ هَلَكْتَ خَرَقْتَ خَمَا رَهًا
وَاَتَخَذْتَ مِنْ شَرِّ هَلْصَدَا رَهًا
کیونکہ وہ میری موت کے بعد مجھے یاد کرے گی۔ چنانچہ میں نے اُس کی یادگار
سربند باندھا ہے۔

شاعرانہ فضیلت [حقیقتاً انعام شعرو سخن میں بالخصوص مرثیہ گوئی میں خنسا اور اپنا جو انہیں
املاؤ قبلہا ولا بعدہا اشعر منھا] خنسا کو جو خصوصیت ہو وہ یہ ہو کہ تمام علمائے عرب کا
اتفاق ہو کہ کوئی شعوت عرب میں خنسا کے برابر نہ ان سے پہلے نہ بعد شاعر ہوئی۔ سہم
دوسری روایت میں مذکور ہو دو وقیل لجرید من اشعار الناس قال قالوا لا المختصاء
جرید شاعر متوفی سلاطین جو زمانہ خلافت بنی امیہ میں ایک بڑا شاعر تھا، سے لوگوں نے پوچھا
آدمیوں میں سب سے بڑا شاعر کون ہو جرید نے کہا اگر خنسا کے اشعار نہ ہوتے تو میں
دعویٰ کرتا کہ عرب میں سب سے بہتر شاعر میں ہوں۔

بشار شاعر (متوفی ۱۶۷۷ھ جو عرب کا بہت بڑا شاعر تھا) اُس نے کہا کہ جب میں عورتوں کے شعراء غور سے دیکھتا ہوں تو ان میں ایک ایک نقص یا کمزوری ضرور پاتا ہوں لوگوں نے پوچھا کہ کیا خنساء کے شعراء کا بھی یہی حال ہے اُس نے کہا کہ وہ تو عروں سے بھی بڑھ کر ہیں۔
تمام۔ اے عرب نے شاعر عورتوں کا سرتاج لیلۃ اخیلیہ کو تسلیم کیا لیکن جب خنساء کے

۱- امام محمد ۵۵ در التورع الاء ۲۰ اسراف به ص ۴۳، و شجابه ص ۴۷، و اما به ص ۵۵ و در التورع ص ۵۱، ۳
در التورع ص ۵۱، ۳ در التورع ص ۵۱ -

اشعار کا یہ حال دیکھا تو یہ اس قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ کر دی گئیں۔

زمانہ جاہلیت میں عام دستور تھا کہ تمام اہل عرب مختلف مقامات پر مجلس منعقد کیا کرتے تھے ایسی مجلسوں کو بجائے مجلس کے میلہ کہنا چاہیے کیونکہ بیچ و خرید کا بھی بازار گرم رہتا تھا اگرچہ اُن لوگوں کا مقصود حقیقی تبادلہ خیالات اور شرگوئی، اور خانگی معاملات، و ملکی امور کا طے کرنا ہوتا تھا ان میں مرد و عورت سب یکساں حصہ لیتے تھے۔ اس کی ابتداء بیچ الاول یعنی ابتدائے موسم بہار سے ہو ا کرتی تھی۔ تمام اہل عرب در دور سے اپنے کاروبار ترک کر کے ان میلوں میں شریک ہونے آتے تھے، غرہ بیچ الاول میں پہلا میلہ دومۃ الجندل میں منعقد ہوتا تھا اُس کے بعد ہجر کے بازار میں پھر حضرموت کو روانہ ہوتے تھے۔ اسی طرح صنعاء میں۔ کسی مقام پر دس روز کسی میں دس روز قیام رہتا تھا غرض کہ اسی طرح تمام ملک میں گشت لگانے کے بعد ذیقعدہ کے مہینے میں حج کے فریضہ خری میلہ کا ظمین میں لگتا تھا۔ جو مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر تھا۔ عرب کے تمام قبائل الہما مخصوص سرداران قبائل لازمی طور سے شریک ہوتے تھے۔ اگر کوئی سردار کسی خاص وجہ سے شریک نہ ہو سکتا تو اپنا قائم مقام ضرور بھیجتا تھا۔ اسی مقام پر اہل عرب کے تمام امور سر انجام پاتے تھے۔ سردار مقرر کیے جلتے قبیلوں کی مخالفت، خانہ جنگیوں کا افساد، و اصلاح کی جاتی تھی باہمی خونریزی اور لڑائیوں کا فیصلہ ہوتا تھا، اس بازار میں اہل فریش کا وقار و احترام زیادہ تھا ایک قسم کا سرداری اقتدار ان کو حاصل تھا۔ جب تمام معاملات و قضیات کا اصفیہ ہو جاتا تو ہر قبیلہ کے شعرا اپنے اشعار سناتے جس میں اپنی بہادری، اپنے قبیلہ کی خوبیاں، فیاضی احسانات، ہمدردی، دلیری، شجاعت، ہمان نوازی، آباد اجداد کے اہم کارنامے، صید شکار، خونریزی، عشق و محبت کے افسانوں کا ایک سچا فلول کھینچتے تھے۔ یہاں ہر شاعر اور مقرر کا درجہ و مرتبہ متعین کیا جاتا تھا۔ یہ بازار اہل عرب کی لیانت و قابلیت کا ٹکڑا تھا، جو جس قابل ہوتا اسی قابل تسلیم کیا جاتا اور تمام عرب میں اُس کی شہرت ہو جاتی۔

۱۔ طبقات اشعار ص ۷۷۔

خُسناء بھی اس مجلس میں شریک تھیں۔ اُن کے مرتبے بھی بہانِ لاجواب تسلیم کر لیے گئے تھے۔ اور جب وہ اپنے ادنیٰ پر سوار ہو کر آئیں تو تمام شعراء اُن کے گرد حلقہ باندھ لیتے اور منتظر رہتے۔ کہ اُن کے اشعار سنیں پھر وہ اپنے مرتبے سناتیں۔
خُسناء کو اس مجلس شعراء میں یہ امتیاز حاصل تھا کہ اُن کے خیمے کے دروازے پر ایک علم نصب تھا جس پر لکھا ہوا تھا۔ ”دار فی العہد“ یعنی عرب میں سب سے بڑھکر مرتبہ گو۔

زمانہ جاہلیت میں اچھے اچھے شعراء گذرے ہیں لیکن نابغہ ذبیانی جو عرب کا مشہور و ممتاز شاعر تھا جس نے شعرِ مسیحا میں انتقال کیا وہ اپنی سخوری کے سبب شعرِ آفاق ہو اُس کا نام زیاد بن معاویہ ہوا اور کنیت ابو امامہ، اسکے بارے میں ابو عبیدہ لکھتا ہے: ”وہو من الطبقة الاولى المقدمین علی سائر الشعراء“، کثرت شعر گوئی کی وجہ سے اُس کا لقب نابغہ ذبیانی پڑ گیا شعر و سخن میں یہ مانا ہوا استاد تھا۔ سون عکاظ میں اسکے واسطے سرخ خیمہ نصب کیا جاتا تھا، دوسرا شخص سرخ خیمہ نہیں نصب کر سکتا تھا کیونکہ یہ وہ عزت تھی جو صرف اُسی شخص کا حق ہوتا تھا جو شاعری میں مسلم الثبوت استاد مان لیا جائے۔ اسکے اشعار نہایت دقیق، اور عجیب طرح کی بخید کی اُن میں پائی جاتی ہے اخلاق کی اصلاح و درستی کو یہ لازم جانتا اور خوفِ خدا میں زندگی تمام کرنا افضل سمجھتا تھا۔ یہ بڑا فیاض صادق القول تھا۔ اسکے قصائدِ حریم میں جستی۔ خوش طبعی، رنگینی، صداقت بیانی، فصاحت و بلاغت، کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اسی بازار عکاظ میں نابغہ کے سامنے تمام شعراء اپنے اپنے اشعار سنا کر خراجِ تحسین پیش کرتے تھے۔

جب خُسناء شریک مجلس ہوئیں اور اپنے اشعار سنائے تو نابغہ نے بہت تعریف کی اور خُسناء کو بہترین شاعرہ تسلیم کرنے کے لئے یہ الفاظ کہے، ”فانتِ اشعرُ من گانت ذاتُ ثدین و لو لا هذا لادعی انشدنی قبلک یعنی الاعشی لفضلک علی شعراءِ ہذا الموسم فانتِ اشعرُ الانس و الجن“

حقیقتاً تو عورتوں میں بڑی شاعرہ ہوا اگر میں اس سے قبل عشق اس کے شعرا نے سن لیتا تو تجھ کو
 اس زمانہ کے شعرا پر البتہ فضیلت دیتا پھر بھی تو ان میں جن میں بہت بڑی شاعرہ ہو۔
 دنیا میں بہت سے شاعر گزرے اور ان لوگوں نے نود و شہرت
 شعر را دینی تنقید بھی حاصل کی مگر شعر امین جو فضیلت و عظمت جناب حسان بن ثابت
 (متوفی ۴۵ھ مطابق ۶۷ء کو ملی ہو وہ کسی اور کو نصیب نہ ہوئی۔ اور نہ ہو سکتی ہے،
 انکا شمار صحابہ اور شعراء عرب میں ہی۔ جو صحبت پر التماس سے شرف یاب ہوئے مگر وہ
 رتبہ جو جناب حسان کو مبداء فیاض سے عطا ہوا۔ اُنھی پر ختم ہو گیا۔

جناب حسان مباح رسول دو جہان، اور دربار نبوت کے شاعر تھے۔ آپ کی عمر کے
 اٹھ سال ضلالت و تاریکی کفر میں گزرے، لیکن سائے سال کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے
 اور اسلام لانے کے بعد اپنی قوت شعر گوئی کو اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں صرف کرتے
 رہے، اُن کے قصائد میں اکثر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح اور اسلام کی تعریف
 اور کفار کی ہجو، اور غزوات نبوی کا بیان ہے، کلام اُن کا بہت سادہ اور سلیس، اور بندش
 سہل اور صاف ہوا ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پائی۔

نابتہ نے خنساء کے بارہ میں جو فیصلہ کیا اُس سے اب بہت ناراض ہوئے اور نابتہ سے کہا
 تم نے بالکل غلط فیصلہ کیا خنساء سے بہتر میرے شعر ہیں۔ نابتہ نے خنساء کی طرف اشارہ
 کیا تو خنساء نے جناب حسان سے کہا آپ کے جو اشعار بہتر ہوں وہ سُنائے جناب حسان

نے اپنا شعر سنایا
 لَمَّا اجْتَفَاتِ الْغُرَّ بِلَعْنٍ فِي الضُّحَى
 وَاسِيَا فَنَاقِطٍ مِّنْ تَجْدَةٍ دُمَاءٍ
 خنساء نے شعر سنکر رعبستہ یہاں سے سقم نکالے۔

(۱) اجفأت جمع قلت ہی بجائے اسکے جفأت کہا جاتا تو مفہوم میں سہمت پیدا ہو جاتی،

عہ ہماری دشمن چمکد لڑ لکین چاشت کے وقت میں چمکتی ہیں اور ہماری تلواریں بلند ہیں
 قطرہ قطرہ خون کو چمکتی ہیں۔

(۲) غرض ۸۔ ہنیانی کی مباحثہ کو کہتے ہیں اسکے مقابلہ میں تیغیہ زیادہ وسیع المعنی ہے۔
 (۳) یلعن۔ ایک عارضی جھگ کو کہتے ہیں بجائے اسکے یشرقن کہا جاتا تو بہتر تھا، کیونکہ
 یشرقن لعان سے زیادہ پائدار ہے۔

(۴) ضحیٰ۔ کے بجائے دجی کہا جاتا تو زیادہ مناسب تھا کیونکہ روشنی سیاہی میں زیادہ
 قابلِ وقعت ہوتی ہے۔

(۵) اسیاف۔ جمع قلت ہے میعوف کا استعمال انسب تھا۔

(۶) یقطرن۔ کے بجائے یسکن سے معنی زیادہ وسیع ہو جاتے ہیں کیونکہ خون کا
 سیلان قطرہ قطرہ ہو کر ٹپکتے سے زیادہ مؤثر ہے۔

(۷) ۴۵۔ کے مقابلہ میں ۴۵ ماضی بہتر تھا کیونکہ یہ جمع ہے اور وہ واحد ہے۔
 جناب حسنان یہ سنکر خاموش ہو رہے اور ان اعتراضات کا جواب نہ بن سکا۔ اس
 مناظرہ یا تنقید شعر سے یہ مقصد نہ تھا کہ حضرت حسنان کی وقعت و عزت، عظمت میں کمی قسم کی کوئی
 کمی پیدا ہو۔ لیکن اس وقت اور اس موقع پر ایک خاتون کے جذبات سلیمہ جو بدت طبع و
 ذہانت کا امتحان، مطلع نظر تھا۔

الغرض شاعری کے لحاظ سے خنساء کا مرتبہ طبقہ دوم کے شعراء عرب میں سب سے بلند
 ہے اُن کا دیوان بہت ضخیم ہے جو ۴۵۰۰۰ میں بہر دت میں طبع ہوا اس دیوان میں خنساء
 کے ساتھ ساتھ عورتوں کے اور بھی مرتبے شامل ہیں جو ۴۵۰۰۰ میں اُسکا فریخ زبا (۱)
 میں ترجمہ ہو کر دوبارہ طبع ہوا۔ اُن کا دیوان ادیبوں اور شاعروں میں بہت مقبول ہے
 اور وہ نہ صرف شاعری کا ایک بیش بہا میراث سمجھا جاتا ہے۔

اولاد خنساء کے لطف سے شوہر اول سے صرف ایک لڑکا عبد اللہ پیدا ہوا
 اور دوسرے شوہر سے دوسرا لڑکا۔ یزید۔ معاویہ۔ اور ایک لڑکی

عمرہ پیدا ہوئی۔
 وفات جنگ قادسیہ کے کم و بیش سات سال بعد ۲۴ ہجری میں راہِ گمراہی فر دوس

برین ہوئیں۔

اور بعض کتب تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان کے زمانہ خلافت میں ایک جنگل و بیابان میں اُنھوں نے انتقال کیا۔



حضرت اسماء

نام اسماء نام ہے، قبیلہ خثعم سے تھیں، ان کے والد کا نام عیسیٰ بن معد بن تمیم ابن عارث تھا۔ اور والدہ بنت (خولہ) بنت عوف قبیلہ کنانہ سے تھیں۔
نکاح جعفر بن ابی طالب سے نکاح ہوا۔

اسلام مکہ میں آنحضرت صلعم کے خانہ ارقم میں مقیم ہونے سے قبل مسلمان ہوئیں، اور بنی صلعم سے شرف بیعت حاصل کی گئی۔ کم و بیش ہی زمانہ ان کے شوہر جعفر بن ابی طالب کے اسلام کا ہے۔

ہجرت حضرت اسماء نے اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب کے ہمراہ حبش کی طرف ہجرت کی اور ان کے تین لڑکے محمد، عبداللہ، عون، پیدا ہوئے۔

عام حالات حبش میں چند سال قیام کرنے کے بعد شہر ہجری میں جبکہ خیبر فتح ہوا مدینہ آئیں پھر حضرت حفصہ سے شکر لیں اتنے میں حضرت عمرؓ بھی آگئے، دریافت کیا یہ کون ہیں۔ جواب ملا اسماء حضرت عمرؓ نے کہا ہاں وہ حبش والی اور سمندر والی حضرت اسماءؓ نے کہا جی ہاں وہی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت اسماءؓ سے کہا ہم کو تم پر فضیلت ہو اسلئے کہ ہم مہاجرین

۱۔ درالمنثور ص ۱۱۴ ۲۔ البدایہ ص ۲۹ ۳۔ طبقات ص ۲۰۵ ۴۔ مستطاب ص ۶۵ ۵۔ طبقات ص ۲۰۵ ۶۔ ج ۸۔
۷۔ سیرت ابن ہشام ص ۱۳۶ ۸۔ طبقات ص ۲۰۵ ۹۔ مستطاب ص ۶۵ ۱۰۔

حضرت اسماء کو یہ فقرہ سن کر بہت غصہ آیا۔ اور کہا جی ہاں آپ سچ فرماتے ہیں اور مال ہیہ کر آپ آنحضرت صلیع کے ساتھ تھے آپ بھوکوں کو کھانا کھلاتے، اور جاہلون کو تعلیم دیتے تھے اور ہم کس پر کسی کی حالت میں دور و دراز مقاموں میں خدا اور رسول کی رضا جوئی کے لیے پڑے رہے اور سخت سے سخت مصائب کا مقابلہ صبر و استقلال کے ساتھ کرتے رہے۔

پھر اس عصر میں آنحضرت صلیع بھی تشریف لے آئے حضرت اسماء نے آپ سے یہ ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا اُھنوں نے ایک ہجرت کی اور تم نے دو ہجرتیں کیں اس اعتبار سے تم کو زیادہ فضیلت ہے آپ کے اس رشتہ سے حضرت اسماء اور دیگر مہاجرین کو اس قدر خوشی ہوئی کہ دنیا کی تمام فضیلتیں مسیح ہو گئیں۔ حضرت اسماء کے پاس مہاجرین جیسے آتے تھے اور اس واقعہ کی حقیقت دریافت کرتے تھے۔

جمادی الاول شہد ہجری غزوہ موتہ میں حضرت جعفرؓ شہید ہوئے جب آنحضرت صلیع کو خبر ہوئی تو آپ حضرت اسماء کے گھر تشریف لائے اور فرمایا جعفرؓ کے لڑکے کہاں ہیں میرے پاس لاؤ حضرت اسماء لڑکوں کو آپ کی خدمت اقدس میں لائیں۔ آپ ان یتیم بچوں کو دیکھ کر غلین آبدیدہ ہوئے۔

حضرت اسماء آنحضرت صلیع کے آبدیدہ ہونے سے پریشان ہوئیں اور دریافت کیا یا رسول اللہ کیا جعفرؓ کی کوئی خبر آئی ہے آپ نے فرمایا ہاں وہ خدا کی راہ میں شہید ہو گئے۔

حضرت اسماء یہ جانگذاز خبر سن کر چیخ اٹھیں اور گھر میں قیامت برپا ہو گئی۔ تمام مستورات حضرت اسماء کے پاس جمع ہو گئیں اور حضرت اسماء سے کہا کہ رسول اللہ صلیع فرماتے ہیں کہ نہ سینہ ہاتھوں سے کوٹو۔ اور نہ بین کرو۔ پھر آنحضرت صلیع گھر تشریف لائے اور حضرت قاطرؓ سے فرمایا کہ جعفرؓ کے بچوں کے لیے کھانا تیار کر دو کیونکہ آج اسماء رنج و غم میں مبتلا ہیں۔

اس کے بعد آنحضرت صلعم مسجد میں جا کر غموم و محزون بیٹھے اور حضرت جعفرؓ کی شہادت کا اعلان کیا اسی اثنا میں ایک شخص بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ جعفرؓ کی منسوب نام گورہی میں اور درہی میں آپ نے فرمایا جا کر اُن کو لو کہ کو منع کر دو پھر وہ آدمی آیا اور عرض کیا کہ حضور وہ اس فعل سے باز نہیں آتین آپ نے ارشاد فرمایا اُن کے منہ میں خاک بھر دو صحیح بخاری میں یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اُس آدمی سے کہا کہ خدا کی قسم اگر تم ایسا نہ کرو گے (یعنی منہ میں خاک نہ بھر گے) تو آنحضرت صلعم کو اس تکلیف و پریشانی سے کبھی چھوٹکارا نہ ہوگا۔

تیسرے دن آنحضرت صلعم حضرت اسماء کے طہر تشریف لائے آپ نے سوگ کی ممانعت فرمائی۔

حضرت جعفرؓ کی شہادت کے چھ مہینے بعد شوال سنہ ہجری خزندہ جنین کے زمانہ میں حضرت اسماء کا عقد حضرت ابوبکرؓ سے ہوا۔

دو برس کے بعد ماہ ذیقعدہ سنہ ۳ میں حضرت ابوبکرؓ کے صلب سے اُن کے فرزند محمد پیدا ہوئے اسوقت حضرت اسماءؓ کی غرض سے مکہ آئی تھیں اور چونکہ اسی زمانہ میں مقام ذوالحلیفہ میں چھ کی ولادت ہوئی۔ حضرت اسماءؓ متردد ہوئیں کہ اب کچھ کیونکر ادا کروں اس لیے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ اب میں کیونکر کچھ کر سکتی ہوں آپ نے فرمایا غسل کر کے احرام باندھ لو۔

سنہ ۳ میں حضرت ابوبکرؓ کی وفات ہوئی آپ نے وصیت کی کہ میری بیوی اسماءؓ کو غسل دین چنانچہ وصیت پوری کی گئی۔

حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے وقت اُن کے صاحبزادے محمدؐ کی عمر تقریباً تین سال کی تھی۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کے نکاح میں آئیں۔ محمدؐ بن ابی بکرؓ بھی اپنی والدہ کے ہمراہ آئے اور حضرت علیؓ کے آغوش عاطفت میں فخر تربیت حاصل کیا۔ ایک دن عجز واقعہ گذرا محمدؐ بن ابی بکرؓ اور محمدؐ بن ابی جعفرؓ دونوں باہم فخر کرتے تھے اور ایک دوسرے پر اپنی فضیلت کو ترجیح دیتے تھے اور کہتے تھے ہم تم سے زیادہ معزز و ممتاز ہیں اور ہمارے باپ تمہارے باپ سے زیادہ بہتر تھے رُسی دیر تک یہ

صحیح بخاری صفحہ ۱۲، سنہ ۳۶۹، ج ۲، ص ۸۰، طبقات صفحہ ۲۸۰، ج ۸، تاریخ
 صحیح بخاری صفحہ ۱۲، ج ۱، ص ۸۰، طبقات صفحہ ۲۸۰، ج ۸، تاریخ

مناقشہ دونوں میں جاری رہا حضرت علیؑ نے اپنی بیوی (سما) سے کہا تم اسکا فیصلہ کر دو حضرت سما نے کہا میں نے نوجوانان عرب میں جعفر سے بہتر کسی کو نہ پایا اور لوٹر ہوں میں ابو بکر سے اچھا کسی کو نہ دیکھا جب یہ فیصلہ حضرت اسمائے نے کر دیا تو حضرت علیؑ نے کہا تم نے ہمارے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا۔

حضرت علیؑ کے صلب سے ایک فرزند بھی پیدا ہوئے محمد بن عمرو سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ کے صلب سے دو لڑکے بھی اور عون پیدا ہوئے لیکن اول الذکر روایت صحیح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ اکثر ارباب سیر کا اتفاق اسی پر ہے۔

حکمت میں دخل آنحضرت صلعم جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت ام سلمہ اور حضرت چونکہ آپ دو کے عادی نہ تھے آپ نے انکار کر دیا اسی اثنا میں آپ پر غشی طاری ہو گئی حضرت ام سلمہ اور حضرت اسماء نے اس وقت کو غنیمت سمجھا اور دہان مبارک کھول کر دو اچھوڑ دی تھوڑی دیر کے بعد آپ کی غشی دور ہوئی تو آپ کو کچھ افاقہ کا احساس ہوا۔ آپ نے فرمایا اس تدبیر کا مشورہ اسمائے نے دیا کیونکہ وہ نہ ہو وہ ہمیشہ سے یہی حکمت اپنے ساتھ لائی ہیں۔

صبر و استقلال ۳۸ ہجری میں جبکہ حضرت اسماءؑ کے تحت جگر محمد بن ابی بکرؓ مرض میں شہید ہوئے اور لوگوں نے ان کی نعش بیدردی سے گدھے کی کھال میں جلائی تو حضرت اسماءؑ کے لئے اس سے زیادہ تکلیف دہ واقعہ اور دردناک سین کیا ہو سکتا تھا۔ اگرچہ ان کو غصہ آیا، اور قلب کو سخت تکلیف پہنچی لیکن نہایت صبر و شکر کے ساتھ ثابت قدم رہیں اور اپنے کلیجہ پر ضبط و استقلال کی رسل رکھ کر خدا سے لایزال کی بارگاہ میں مصلے پر کھڑی ہو گئیں۔

فضل و کمال حضرت اسماءؑ سے ایک سو ساٹھ احادیث مروی ہیں جن کے راویوں کے نام یہ ہیں حضرت عمرؓ، ابو موسیٰ اشعرؓ، عبد اللہ بن جعفرؓ، ابن عباسؓ،

۱۔ طحاوی ص ۲۰۰، ۲۔ اصحابہ ص ۹، ۳۔ شیعاب ص ۲۵، ۴۔ اسد الغابہ ص ۳۹۵، ۵۔ طبقات ص ۲۰۰، ۶۔

صحیح بخاری ص ۸، ۷۔ طبقات ص ۲۰۰، ۸۔ مسند شریف ص ۳۳، ۹۔ اصحابہ ص ۹، ۱۰۔

اسم بن محمد عبداللہ بن شہاد بن النادر عروہ، ابن سبیب، ام عون بنت محمد بن جعفر
فاطمہ بنت علی، ابو یزید مدنی،۔

حضرت اسماء آنحضرت صلعم سے بلا توسط تعلیم حاصل کرتی تھیں، اور آنحضرت صلعم نے حضرت
اسماء کو ایک دعا مصیبت و تکلیف کے وقت پڑھنے کو بتائی تھی۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے حضرت جعفر کے بچوں کو دُلا و لاغر دیکھا اپنے حضرت اسماء
سے پوچھا یہ بچے اس قدر دُبلے کیوں ہیں حضرت اسماء نے عرض کیا احنوران بچوں کو نظر بہت
لگتی ہو آپ نے فرمایا تم جھاڑ پھونک دیا کرو۔ حضرت اسماء نے لو ایک منتر بھی یاد تھا وہ
آنحضرت صلعم کو سنایا آپ نے فرمایا اچھا یہی سہی۔

حضرت اسماء خواب کی تعبیر میں بھی دخل رکھتی تھیں چنانچہ حضرت عمرؓ بھی اکثر ان سے
خواب کی تعبیر لیتے تھے۔

شہداء میں حضرت علی علیہ السلام کی شہادت ہوئی۔ کم و بیش اسی زمانہ میں اسماء
وفات پانے بھی دنیا کو خیر باد کہا۔

حضرت اسماء

بنو نکت ابی بکر

نام اسماء نام ہے، حضرت ابو بکر صدیقؓ کی صاحبزادی ہیں، اُن کی والدہ محترمہ کا نام قتیبہ بنت رباحؓ کی ایک مشہور و معزز سردار عبد العزیٰ کی بیٹی تھیں، اور عبد اللہ بن ابی بکرؓ ان کے حقیقی بھائی تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ ان کی سوتیلی بہن تھیں۔ جو عمر میں اُن سے چھوٹی تھیں۔

لقب ان کا لقب ذات النطاقین، تھا اس لقب کی وجہ تسمیہ یہ ہے۔

جب آنحضرتؐ صلعم کو کفار مکہ نے بہت دق کیا اور ہر قسم کی ایذا میں دینے لگے حتیٰ کہ قتل کرنے پر آمادہ ہوئے تو آپؐ نے اپنے مکہ کو خیر باد کہہ کر مدینہ منورہ کی طرف جانے کا قصد کیا۔ حضرت ابو بکرؓ بھی آپؐ کے ہم خیال اور رفیق صحبت ہوئے۔ سات کو یہ دونوں حامیان اسلام، دوزگان دین مکہ سے تھوڑے فاصلہ پر جبل ثور کے ایک غار میں مقیم ہوئے تاکہ کفار کے نقب سے محفوظ رہیں۔ تین دن اُسی غار میں مقیم رہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اُسی وجہ سے یا رخاں کہتے ہیں۔ کفار چار دن طرُن آپؐ کی تلاش میں گھومے دوڑاتے رہے، بار بار اُسی غار کے منہ پر گزرے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس غار میں محفوظ رکھا جو نہ اس غار کے منہ پر کوئی نے جال لگا دیا تھا۔ اور خدا کا یہ مخصوص نعام اپنے محبوب پر تھا، اس وجہ سے وہ کفار بالکل اندھے ہو گئے تھے حالانکہ بار بار غار کے منہ پر گزرے لیکن تمیز نہ ہوئی یہ سب خدا کا فضل و کرم اور رسولِ صلعم کا معجزہ تھا۔ حضرت اسماءؓ ابی بکرؓ روزانہ رات کو پوشیدہ طریقہ سے کھانا لجاتی تھیں اور کھانا اُٹھا کر واپس جاتی تھیں اور اُن کے بھائی عبد اللہؓ جو اب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے دن بھر کافروں کے ارادوں اور

مشورون کا پتہ لگایا کرتے تھے اور رات کو غار میں پہنچ کر تمام باتوں کی اطلاع کرتے تھے، عام (جو
حضرت ابو بکرؓ کا چچا تھا) رات کو ان کی بکریاں غار کے منہ پر لیجاتا تھا اور بعد ضرورت ہو
دیکر چلا آتا تھا، حضرت سہار اور ان کے بھائی عبداللہ کے نقش قدم کو اپنی بکریوں کے گھروں
سے مٹا دیتا تھا تاکہ کفار کو اس کے ذریعے سے غار کا سراغ نہ لگ جائے۔ آخر کار کفار
تھک کر بیٹھ گئے مگر کسی قدر اُمید باقی تھی تو انہوں نے سولہ دن کا انعام اس شخص کے لئے
مقرر کیا جو بنی سلم کو گرفتار کر کے لائے، تیسرے دن رات کو جب سہار کھانا لیکر
گئیں تو آپ نے ان سے فرمایا کہ تم علی سے جا کر کہہ دینا کہ کل رات کے وقت ہمارے
لئے اونٹ اور ایک راہبر تلاش کر کے اسی غار پر لے آؤ، حضرت علی علیہ السلام نے
ایسا ہی کیا، حضرت اسماء بھی دو تین روز کا زادہ تیار کر کے گئیں، ناشتہ اور پانی
کا مشکیزہ بانہنے کی ضرورت ہوئی تو اس وقت جلدی میں کوئی رسی کا ٹکڑا نہ ملا تو انھوں
نے جلدی سے اپنا لٹاق (جو عرب کی عورتیں عموماً کمر سے قیص پر ایک رومال بانہتی
ہیں اُس کو لٹاق کہتے ہیں) کمر سے کھول کر دو ٹکڑے کیے ایک سے ناشتہ اور دوسرے
سے مشکیزہ کا دمانہ بانہا۔ اُس پر دربار نبوت سے ذات النظائین کا لقب ملا۔
باوجودیکہ تیرہ سو اکتالیس سال گزر چکے ہیں لیکن بارگاہ نبوت کا عطا کیا ہوا لقب نہ
ہے اور حضرت اسماء آج تک صفحہ تاریخ میں اسی نام سے یاد کی جاتی ہیں۔

ولادت ہجرت سے ستائیس سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئیں اُس وقت اُن کے والد بزرگوار
ابو بکر صدیقؓ کی عمر شریف تقریباً بیس سال کی یا اس سے کچھ زیادہ تھی۔
نکاح حضرت زبیر بن العوام سے شادی ہوئی (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوٹے زاد بھائی
تھے)۔

اسلام بڑی جلیل القدر صحابی تھے مکہ میں اسلام لائیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف بیعت
الحاصل کیا، ان کا شمار سابقین اولین میں ہو کہ یہ سترہ آدمیوں کے بعد

سہ جہات ص ۲۷۲ اسد الغابہ ص ۲۷۲ و تہذیب ص ۲۷۲ و در المنثور ص ۳۳۳ و اسد الغابہ ص ۲۹۲، سہ بشیر ص ۲۷۲

ایضاً اسد الغابہ ص ۲۹۲ سہ بشیر ص ۲۷۲

مشت بہ اسلام ہوئیں۔

ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، اور حضرت ابوبکرؓ نے مدینہ منورہ پہنچ گئے اور ہر طرف سے اطمینان ہو گیا تو سفیرات کو مکہ سے بلانے کی تجویز ہوئی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہؓ اور اپنے غلام ابورافعؓ کو مکہ بھیجا حضرت ابوبکرؓ نے بھی اپنا ایک آدمی بھیج دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے عبداللہؓ اپنی ماں اور اپنی دونوں بہنوں (عائشہؓ، سہارؓ) کو لیکر مکہ سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔

حضرت اسماءؓ جب مقام قبا میں پہنچیں تو عبداللہؓ زبیرؓ کی ولادت ہوئی حضرت اسماءؓ اپنے تحت چل کر گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائین آپ نے گود مبارک میں لیکر لٹھی پلائی اور دعائے خیر سے سرفراز فرمایا۔

پہلی ولادت باسعادت ہو چو ہجرت کے بعد اسلام میں ہوئی۔

اولاد حضرت اسماءؓ کے لطن سے حضرت زبیر بن العوامؓ کے پانچ صاحبزادے ہوئے۔

عبداللہؓ، عروہؓ، منذرؓ، عاصمؓ، مہاجرؓ، اور تین صاحبزادیاں، خدیجۃ الکبریٰؓ، ام الحسنؓ، عائشہؓ یہ سب انہی کی یادگار ہیں۔

عام حالات حضرت اسماءؓ نہایت متواضع، اور منکسر المزاج تھیں، محنت و مشقت میں بالکل عار نہ تھا، چنانچہ حضرت اسماءؓ خود اپنے شوہر حضرت زبیر بن العوامؓ کی بے بضاعتی و تنگدستی، اور اپنی اہم ذمہ داریاں اہم فرائض خانہ داری کی انجام دہی، کی داستان اپنے زبان قلم سے اس طرح بیان کرتی ہیں۔

جب میری شادی حضرت زبیر بن العوامؓ سے ہوئی اسوقت ان کے پاس نہ مال تھا نہ کوئی غلام، بید تنگدست، فقیر، و غلس، تھے ایک گھوڑا اور ایک اونٹ تھا، میں ہی اس کی سائسی کی خدمت انجام دیتی تھی اور اونٹ کی بھی، خبر گیری کرتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قطعہ نخلستان کا حضرت زبیرؓ کو عطا فرمایا تھا، جو مدینہ سے تین فرسخ کے فاصلہ پر تھا وہاں سے روزانہ کھجور کی گٹھلیاں چن کر اور اپنے سر پر اٹھا کر گھر تک لاتی تھی۔ اور پھر خود ہی دلتی، اور

سہ ماہہ ۳۱۱ھ در ۱۲۲۳ھ طبعات صفحہ ۳۲، سہ ماہہ ۳۱۲ھ در ۱۲۲۴ھ طبعات صفحہ ۳۳، سہ ماہہ ۳۱۳ھ در ۱۲۲۵ھ طبعات صفحہ ۳۴

۱۶۔ ۳۳ در ۱۲۲۵ھ طبعات صفحہ ۳۴

گھوڑے کو کھلانی، پانی بھرتی، ڈول کھینچی، اور گھر کا جو کچھ کام ہوتا وہ بھی کرتی، چونکہ مجھے اچھی طرح روٹی پکانا نہیں آتی تھی اسلئے میں آٹا گوندھ کر رکھ دیتی تھی میرے پڑوس میں انصار کی بیویاں جو نہایت خلوص و محبت رکھنے والی اور دوسروں کا کام کر کے خوش ہونیوالی عورتیں تھیں وہ میری روٹیاں پکا دیا کرتی تھیں غرض کہ روزانہ انھیں خوشوار یوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ایک روز میں جب معمول نخلستان سے گھوڑی گٹھلیاں سرور لادے لارہی تھی کہ راستہ میں آنحضرت صلم سے شرف اندوز ملاقات ہوئی۔ آپ کی ہمراہی میں اور صحابہ بھی تھے اپنے اونٹ کو روک لیا تاکہ میں بیٹھ جاؤں لیکن میری شرم و حیل نے اجازت نہ دی کہ میں سوار ہو سکتی۔ جیب آپ کو خیال ہوا کہ شاید شرم کی وجہ سے نہیں بیٹھتی تو آپ تشریف لے گئے میں اپنے گھوڑی اور اپنے شوہر سے یہ سرگزشت بیان کی تو انھوں نے کہا خدا جانتا ہے تمھارے سر پر گٹھلیاں لادنا میرے لئے ان کے ساتھ بیٹھنے سے زیادہ سخت ہے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد میرے باپ نے میرے پاس ایک غلام عبید یا حبکی وجہ سے گھوڑے کی سائیکسی سے جھکو نجات پائی میری مصیبتوں میں کئی گونہ کمی ہو گئی۔ انھوں نے غلام کی بھی آگاہ کیا۔

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت ان کے پاس تقریباً ایک لاکھ روپے تھے یہ تمام دولت مذہب ملت کے خاطر اور آنحضرت صلم کی امداد میں صرف کر دی ہجرت کی وقت ان کے پاس صرف ڈیڑھ ہزار روپے باقی تھی، وہی رقم لیکر مکہ سے ہجرت کر کے چلے گئے اور بال بچوں کو اللہ کی امان میں چھوڑا۔

حضرت اسماء جب اپنے والد بزرگوار کو رخصت کر کے گھر واپس آئیں تو صبح کو البو قحافہ (جو حضرت اسماء کے دادا تھے اور ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے) ان سے گھر آئے (بہت بڑھے اور آنکھوں سے غمزدہ تھے) بڑے رنج کے ساتھ کہنے لگے نہایت افسوس ہو کہ ابو بکر خود بھی چلے گئے اور تمام مال بھی اپنے ساتھ لے گئے انھوں نے مالی و جانی تکلیف دی حضرت اسماء نے فوراً اس کے قلب کو تسکین دینے کے لئے ایک تھیلی میں کچھ کنک پتھر بھر کر اسی طاق میں رکھ دیا جس میں حضرت ابو بکر کے

روپے رکھے رہتے تھے اور اُن سے کہا داد امیان ابانے بہت کچھ ہم لوگوں کے لیے چھوڑ دیا ہے اور اُن کا ہاتھ اُس طاق میں لیجا کر رکھ دیا۔ ابو حنفہ نے سٹولا تو سمجھے حقیقت میں وہ مال چھوڑ گئے ہیں دل کو اطمینان ہو گیا کہنے لگے خیر پھر تو کچھ حرج نہیں حضرت اسماؓ فرماتی ہیں کہ یہ میں نے صرف اُن کی تسلی کے لیے ایسا کیا تھا ورنہ حقیقتاً ظہر میں ایک حبہ بھی نہ تھا۔
جب کبھی ان کے سر میں درد ہوتا تو اپنے سر کو ہاتھ سے پکڑ کر کہتیں خدا یا اگرچہ میں بہت گناہگار ہوں لیکن تیری شانِ عفا رہی ہے۔

ایک دفعہ ان ہی گروں ورم کر آئی آنحضرت صلعم نے دست مبارک سے سہلا دیا اور فرمایا
خدا تمہاری اس تکلیف کو دور کرے۔

حضرت اسماعیلؑ کی ماورائے سندھ کی وجہ سے امور خانہ داری میں ہر شے کی قدر کرنی تھیں
اسی لئے ہر چیز کو ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں آنحضرت صلیم نے انکو منع فرمایا کہ ناپ تول خرچ
نہ کیا کرو ورنہ خدا تعالیٰ بھی تول کر دیگا۔ انھوں نے یہ عادت چھوڑ دی چند روز کے بعد اسکا
نتیجہ یہ نکلا کہ آمدنی کی کثرت ہو گئی اور تمام عمر خوشحالی اور فراخی سے گزری۔

چونکہ حضرت اسماء ایک راسخ الاعتقاد مسلمان خاتون تھیں اس لیے مشرکین کی ہمت زیادہ دشمن تھیں ایک مرتبہ اُن کی والدہ قتلہ کچھ تحفے تحائف لیکر دیکھنے کو آئیں چونکہ وہ اُس وقت مشرک تھیں اس وجہ سے اُغھوں نے نہ تحفے قبول کیے اور نہ اُن کو اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس اکلا بھیجا کہ آپ! حضرت صلعم سے دریافت کر لیجئے کہ اس موقع پر مجھے کیا کرنا چاہیے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا تحفے قبول کر لو اور اُن کو اپنے مکان میں مہمان رکھو خدائے تعالیٰ بھی یہی فرماتا ہے۔

وَلَا يَهْدِي اللَّهُ الشَّرِيعَةَ لِقَوْمٍ أَعْمَى ۖ لَهُمْ أَسْوَاقٌ يُبْعَوْنَ فِيهَا النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حُنُوطًا مُذْمُومَةً يُذَمُّونَ فِيهَا ۖ وَلَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَكُمْ قَوْلًا مِّنْ دِيَارِكُمْ ۚ إِنَّ شِرْكَاءَ الَّذِينَ هُمْ فِيهَا شُرَكَاءُ لَفِي قَوْلٍ مُّطْرَافٍ ۚ يَلْعَنُونَ فِيهَا كُلَّ غَافِلٍ لَّهِ فِيهَا عِزٌّ مُّتَقَرٌّ ۖ وَفُتُورٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۚ إِنَّمَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ يُبَايِعُونَ بِأَلْسِنَتِهِمُ الْكُفْرَ ۚ إِنَّهُمْ لَا يَدْخُلُونَ فِي عَهْدِكُمْ حَتَّى يَضَعُوا أَيْدِيَهُمْ وَأَن تَضَعُوا أَيْدِيَكُمْ أَعِزٌّ مُّتَقَرٌّ ۚ وَفِي ذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ ۖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۚ

جو کب نہ ہے دیہ کے بارے میں لایا۔ اے ان کے تم کو نہ مارے گھڑت سے نہیں بڑا لگا
 ان کے ساتھ احسن کرے، درخصانہ بڑا کرتے۔ غمہ آتی ہے کہ کو منج نہیں کرتا (یہ)
 اندر منصفانہ بڑا کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو تم کو انھی لوگوں سے
 دوستی کرنے کو منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارے میں لڑے اور جنہوں نے تم کو تمہارے
 گھروں سے نکالا۔ اور تمہارے نکالنے میں (تمہارے مخالفوں کی) مدد کی اور جو شخص
 ایسے لوگوں سے دوستی رکھے گا تو (سمجھا جائیگا کہ) یہی لوگ (مسلمانوں پر)

ظلم کرتے ہیں۔
 تباہیوں نے تجھے قبول کیے اور والدہ کو اپنے مکان میں قیام کرنے کی اجازت دلی۔
 باوجودیکہ حضرت اسماء جاہ و ثروت اور دولت سے مالا مال تھیں لیکن انھوں نے شعائہ سوجھا
 سادگی اور وضعداری کو ہاتھ سے نہ جانے دیا ہمیشہ موٹا کپڑا پہنتیں، نان خشک سے کم پری
 کرتیں اور فقیرانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ ان کی سادگی واقعہ ذیل سے ظاہر ہوتی ہے۔
 ان کے بیٹے منذر جب عراق کی لڑائی فتح کر کے واپس آئے تو کچھ زمانے کی خوبصورت اور
 باریک متکش کپڑے بھی لیتے آئے۔ جب اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ کپڑے
 پیش کیے۔ (چونکہ آنکھ کی بصارت جا چکی تھی اسلئے) ہاتھ سے ٹٹول کر کپڑے کی خوبیاں
 معلوم کیں۔ تو بہت خفا ہوئیں اور لینے سے انکار کر دیا۔ منذر پھر موٹے کپڑے لائے تو اس کو
 بخوشی قبول کیا۔ اور کہا بیٹے مجھے ایسے ہی کپڑے پہنایا کرو۔

سخاوت فیاضی اور سخاوت جو عیب کا اصلی جوہر ہے وہ ان کے مزاج میں بہت زیادہ تھی
 اپنے بچوں کو ہمیشہ نصیحت کیا کرتی تھیں کہ اپنا مال دوسروں کے کام نہ کھالنے اور
 ان کی مدد کرنے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ جمع کرنے کے لئے، اگر تم اپنا مال خدا کی مخلوق پر خرچ کر گے
 اور بخل کرو گے تو خدا بھی تم کو اپنے فضل و کرم سے محروم کر دے گا۔ تم جو کچھ صدقہ دو گے یا خرچ کر گے
 دراصل وہی تمہارے لئے ایک اچھا ذخیرہ ہوگا۔ اور وہ ایسا ذخیرہ ہوگا کہ کبھی کم نہ ہوگا اور نہ
 ضائع ہوگا۔

پھر مک دین اور کستن۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ بخار آتش جہنم کی گرمی ہے، اُس کو پانی سے ٹھنڈا کر دے۔

جب بھی آپ کے گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو آپ آنحضرت صلعم کے جبہ مبارک کو (جو کہ حضرت عائشہؓ نے وفات کے وقت حضرت اسماء کو دیا تھا) دھو کر اسکا پانی پلا دیتی تھیں بیمار کو شفا ہو جاتی تھی حضرت اسماءؓ نے کئی بار حج بھی کیا ہر پہلا حج آنحضرت صلعم کے ساتھ کیا تھا۔ آنحضرت صلعم سے تقریباً چھپن حدیثیں روایت کی ہیں۔ جو صحیحین و سنن میں موجود ہیں جن لوگوں نے اُن سے روایت کی ہے اُن میں سے بعض لوگوں کے نام یہ ہیں۔

عبد اللہ بن عمرو، فاطمہ بنت النذر، ابن عباس، ابن ابی ملیکہ، وہب بن کثیر، مسلم معری وغیرہ۔

آپ بڑی عقیدہ اسخ الاعتقاد، قلب کی مضبوط، نہایت بردبار، اور بہت صابر تھیں۔

طلاق عام کتابوں میں حضرت اسماء کو حضرت زبیر کے طلاق دینے کا حال عجلاً لکھا ہے وجہ طلاق کسی نے نہیں لکھی۔ صرف ابن اشیر نے اسد الغابہ میں بتلایا ہے کہ طلاق کے دو سبب لکے جاتے ہیں ایک تو یہ کہ حضرت اسماء بہت مسن تھیں اور کبر سنی کی وجہ سے آنکھوں کی بنائی بھی رخت ہو چکی تھی۔ ایسے حضرت زبیر اپنے پاس سے جدا کرنے پر مجبور ہو گئے۔

دوسرے یہ کہ دونوں کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو گئی تھی جسکی بنا پر طلاق وقوع میں آئی۔ ہمارے نزدیک پہلی صورت اسلئے قابل تسلیم نہیں کہ اسوقت اسلام کے اخلاقی عناصر تعلیم اتنے کمزور نہیں تھے کہ حضرت زبیر جیسے مقتدر رکن ملت صرف اس قصور پر طلاق دیدیتے۔ کہ وہ بوڑھی ہو گئی تھیں۔ دوسرے واقعات کے ہوتے ہوئے قیاس بھی اس طرف رہبری کرنے سے قاصر ہے چنانچہ ایک دوسرا سبب البتہ عقل میں آتا ہے جبکہ وقوع میں آنا بالکل ممکن ہو کیونکہ حضرت زبیرؓ کے مزاج میں تیزی بہت تھی اور وہ تشدد کے عادی تھے۔ باہمی مخالفت سے کشیدگی کی قوت آگئی ہوگی جو آخر میں باعث طلاق ہوئی۔

۱۔ صحیح بخاری صفحہ ۲۔ ۳۔ مسند صفحہ ۲۲ ج ۶۔ ۴۔ صحیح مسلم صفحہ ۴۹ ج ۱۔ ۵۔ اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲ ج ۵۔

در المنثور صفحہ ۳۲ اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲ و استیعاب صفحہ ۴۲، ۴۳ ایضاً و فتح الباب صفحہ ۱۶۳ ج ۵۔

روایت اور ایسا دوزن صورتوں میں بمقابلہ پہلے کے سیب بہت زیادہ سمجھ میں آتا ہے۔ اسکے علاوہ ابن اثیر کے اس بیان سے بھی ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے وہ کہ ایک مرتبہ کسی بات پر حضرت زبیرؓ حضرت اسلمہؓ پر خفا ہوئے یہاں تک کہ زوکوب کی نوبت پہنچی حضرت اسلمہؓ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ سے کہا چاہیے حضرت زبیرؓ نے ان کو آتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ اگر تم یہاں آؤ گے تو تمہاری ماں کو طلاق ہے عبداللہؓ نے کہا کہ آپ میری ماں کو نشانہ قسم بناتے ہیں یہ کہتے ہوئے آئے اور اپنی ماں کو ان کے پنجرہ سے پھوڑا لیا۔

اس طلاق کے بعد حضرت اسلمہؓ اپنے صاحبزادے عبداللہؓ سے پاس چلی آئیں اور وہیں رہنے لگیں عبداللہؓ جیسا فرمانبردار تھا وہ اب بھی بہت مشکل ہے وہ اپنی بوڑھی ماں کی بہت اطاعت کرتے تھے اور ان کی رضامندی کو اپنے مقاصد کی کئی بجھتے تھے۔

بہادری و اخلاقی جرأت اور صبر جس طرح سرزمین عرب کی خصوصیت ہے کہ اسکا بچہ بچہ فیاض و سخاوت پسند ہوتا ہے اسی طرح سے جرأت و دلیری استقلال کی بہترین مثال ہے۔

دشجاعت کا دامن چوٹی کا ساتھ ہو لکھ فیاضی لازمہ دلیری ہے۔ حضرت اسلمہؓ جہان سخاوت میں بہت کم اپنی مثال رکھتی تھیں دلیری و شجاعت بھی انہیں کوٹ کوٹ کر بھری تھی سعد بن عاصؓ کے زمانہ حکومت میں مدینہ منورہ میں فتنہ و فساد برپا ہوا اور دشمن بہت بد امنی پھیل گئی چوریان ہونے لگیں تو حضرت اسلمہؓ ایک خنجر سرہانے رکھ کر سویا کر فی تحقیق۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتی ہیں، کہا جب کوئی چور آئیگا مجھے حملہ کرے گا تو میں اسکا پیٹ چاک کر دوں گی۔

حضرت عبداللہؓ جب سن شعور پہنچے تو فضائل اخلاق کا پیکر مجسم تھے اور کیوں نہ تھے آپ کی پیدائش آنحضرت صلیم کے عہد مبارک اور عہد اسلام میں ہوئی یہی نیکام سعادت ہے۔ دوسرے آنحضرت صلیم نے آپ کو گود میں لیا اور اپنے دست مبارک سے گھٹی دی اور دعا سے سرفراز فرمایا پھر بھی آپ جامع صفات نہ ہوئے تو کون ہوتا۔ ادھر آپ ﷺ میں عراق عرب کے

خلیفہ ہوئے اور سلطنت بنو امیہ کا فرمانروا یزید اسلام میں فسق و فجور بھیلانے پر تل آیا اور
 فتنہ و فساد برپا کرنے لگا۔ اہل لوگ اس لم کردہ راہ کی بیعت قبول کر رہے تھے آپ نے
 اس کی بیعت سے انکار کر دیا۔ مکہ کو اپنا مادی و ملجا بنایا اور وہیں سے اپنی خلافت کی حد بلند
 کی چونکہ ہر متنفذ آپ کی عظمت، شوکت، جلالت حق گوئی، اور سلامت روی کا معرفت تھا
 اس لیے سب نے آپ کی دعوت خلافت پر لبیک کہا اور جو درجہ حلقہ بگوش بیعت ہوئے
 بعد میں جب عبدالملک بن مروان نے عنان حکومت لینے ہاتھ میں لی تو عبدالملک بن مروان
 کے وزیر حجاج نے آپ سے مقابلہ کا ہتھیار کیا اور فوج لیکر چڑھائی کی۔ یکم ذی الحجہ ۶۰
 میں مکہ کا محاصرہ کیا چھ مہینے تک برابر جنگ ہوتی رہی جب اسد بند ہو گئی اور حضرت عبداللہ
 کے معین مددگار محاصرہ کی تنگیوں سے بھاگ نکلے اور غورے آدمی رہ گئے تو آپ اپنی
 والدہ محترمہ حضرت اسماء کے پاس آئے اور عرض کیا یا اُمّی وفاداروں کی بیوفائی اور باقی ائمہ
 کی بیہیاری سے پریشان ہوں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں اگر آپ کی رائے ہو تو اٹھ
 قبول کروں کیونکہ اس صورت میں ممکن ہو کہ حجاج اور اس کے ہمراہیوں سے جو کچھ چاہوں
 وہی ہو جائے جو کہ حضرت اسماء بہت دلیہ اور راسخ الاعتقاد اور جان نثار اسلام
 و فدائے ملت تھیں اس لیے آپ نے جواب دیا کہ بے وزندہ تم اپنی مصلحت خود سمجھ سکتے ہو
 تمہیں اگر اپنے حق و صداقت پر کامل ہونے کا یقین ہو تو تم کو ثابت قدم رہنا چاہیئے، اور
 صبر و استقلال پر کار بند رہنا چاہیئے مردوں کی طرح لڑو اور ذلت کی کوئی بات جان کے
 خوف میں اگر ہرگز نہ برداشت کرو۔ عزت کیساتھ تلوار اٹھانا ذلت اور رسوائی کے ساتھ
 دنیا کی تمام نعمتوں کا مزہ چکھنے سے زیادہ بہتر ہے۔

اگر تم جام شہادت پیو گے تو مجھے خوشی ہوگی اگر تم دنیا کی بے ثباتی کے خواہشمند ہو
 تو تم سے بڑھ کر کون شخص بُرا ہو گا کہ خود بھی بُرا بنے ہو اور تعلق خدا کو بھی ہلاکت و فقر و ذلت میں
 ڈالتے ہو اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہا ہوں اور بجز اطاعت کوئی چارہ نہیں تو یہ روش شریفیوں
 کی نہیں تم کب تک زندہ رہو گے ایک دن مرنا ضروری ہے اور وہ کل نفسی افعال الموت
 میں کلام نہیں تو یہی بہتر ہے کہ نیک نام مردنا کہ مجھے مرنا کا موقع ملے حضرت عبداللہ نے اپنی والدہ

محترم کی یہ زین نصیب نہ کر لیا جھوٹے خوف ہو کہ اہل شام مرنے کے بعد طرح طرح کے عذاب دینگے
 حضرت اسماعیل نے کہا بیٹا جو کچھ تم نے اپنا خیال ظاہر کیا وہ ٹھیک ٹھیک ہے لیکن جب لوگ بکری کو
 ذبح کر ڈالیں پھر خواہ اُس کا پوست نکالیں خواہ قیمہ کریں بکری کو کوئی اذیت نہیں پہنچتی
 اُس کے بعد حضرت عبداللہ نے اپنی والدہ محترمہ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا درحقیقت میرا بھی
 یہی خیال ہے کہ میں حق کے آگے دنیا کو بیچ بچھتا ہوں اور یہ کام میں نے محض دین کے استحکام
 کے لیے کیا ہے اور اب میں آج ضرور لوگوں کو شہادت حاصل کروں گا لیکن ایسا نہ ہو کہ آپ کچھ
 افسوس کریں اتنا آج تک آپ کے بیٹے کوئی فسق و فجور نہیں کیا اور احکام شریعت کے
 اجرا میں عدا غلطی نہیں کی اور نہ عمال کے ظلم و ستم سے خوش ہوا پھر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر
 کہا دو بار اَللّٰہُ توبہ جانتا ہے جو کچھ میں نے اپنی والدہ سے کہا ہے وہ تزکیہ نفس کے لیے نہیں
 کہا بلکہ محض اُن کی تسلی و تشفی کے لیے کہا ہوتا کہ وہ اس حال کو دیکھ کر مناسف نہ ہوں حضرت اسماعیل
 نے فرمایا میرے فرزند مجھے امید ہے کہ میرا صبر تیرے حق میں ایک عظیم نظیر ہو گا اگر تیرے
 سامنے ہلاک ہوا تو میرے اجر کا باعث ہو گا اور تمنا ہے کہ میرے لیے وجہ مسرت و شکر گزاری
 ہو گا بسم اللہ آگے بڑھو مال کا رد لکھو اُس کے بعد حضرت عبداللہ نے اپنی والدہ ماجدہ سے
 دعا کی خیر کی التجا کی اور زرہ پہنکر ماں کو آخری صورت دکھانے کے لیے آئے۔
 حضرت اسماعیل نے اپنا بھین (جب شخصت کرنے کے لیے حضرت عبداللہ کو گلے لگانے لگے
 تو ہاتھ میں زرہ محسوس ہوئی بولیں عبداللہ جو لوگ شہادت کے مشتاق ہوتے ہیں۔ وہ زرہ
 جوشن کو مالائے طاق رکھ دیتے ہیں حضرت عبداللہ نے کہا میں نے آپ کے اطمینان
 کے لیے پہنی ہو فرمایا مجھے زرہ اطمینان نہ ہو گا دامنِ کمر سے ہاندھو اور حملہ کرو حضرت عبداللہ
 نے ایسا ہی کیا اور یہ رجز شروع۔

اِنِّیْ اِذَا عَرَفْتُ یَوْمَیْ اصْبِرْ وَاِنَّمَا یَعْرِفُ یَوْمَہُ الْحَمِیْدُ اِذَا بَعْضُہُمْ لِحَرَمِ
 ثُمَّ یَنْکُرُوْا یُطْرَقُ ہُوْءُ اِیْسَا اِطْرَءُ کہ شہید ہو گئے۔

شہادت کے بعد حجاج نے حضرت عبداللہ کی نقشِ تجوید پر لکھا دی تین دن گزرنے کے بعد

حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ اُن پر نیش کو دکھایا کہ اُن کی ہڈی ہے یہ درونِ خاکِ نظارہ دیکھ کر اور نہایت صبرِ مستحکم سے کام لیکر کہا کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ یہ شہسوارِ اسلام وفدائے ملت گھوڑے پر سے اُتر سکے۔

رہت گئی صداقتِ بیانی حضرت اسماعیلؑ کا خاص شہار تھا بالخصوص حجاج بن یوسف جیسے ظالم و جفاکار کے مقابلہ میں ان کا حقِ بیانی پر قائم رہنا قابلِ ذکر تو صیغہ ہے حقیقت میں جرأت و بہادری کے ایسے شاندار کارنامے عورتوں میں ایسی ہی فرستہ صفت اور فقہ النّال خاتون کی بڑی صفت تارخ میں نظر آسکتے ہیں اور زانیکی جو قاتلِ ظالم ہری حضرت عبداللہؑ کی شہادت کے بعد حجاجؑ حضرت اسماعیلؑ کے پاس آیا اور صبرِ بیل گفتگو ہوئی۔

حجاج تمہارے اُسے عبداللہؑ نے خدائے مہربان سے بدینہ، احادیث، بھیلایا تھا ایسے اللہ تعالیٰ نے اُس پر کفرِ اب شدید نازل کیا **حضرت اسماعیلؑ** (فوراً اذنِ شکن جواب دیا) تو بھونٹا ہو میرا لڑکا ملنے نہ تھا بڑا صائم شبِ بیدار، پرہیزگار، عبادت گزار اور ان باب کا فرمانبردار لڑکا تھا مگر میں نے آنحضرتؐ صلعم سے یہ حدیث سنی ہے کہ قبیلہ بنی قریظہ سے دو آدمی پیدا ہوئے جن میں سے پہلا دوسرے سے بدتر ہو گا ایک کذاب و خبیث ہے، اُس کو تو دیکھ چکی ہو لڑکا ظالم تو ہو جس کو اب دیکھ رہی ہو۔ **حجاج** آپ کے اس بے ہراس اور تلخ جواب سے جل گیا اور پیچ و تاب کھا کر خاموش ہو رہا۔

ایک دوسری روایت سے یہ واقعہ بھی ثابت ہے جو حضرت اسماعیلؑ کی دلیری و جرأت پر دال ہے جب حجاجؑ نے اسماعیلؑ سے کہا کہ میں نے تمہارے بیٹے کیساتھ کیا سلوک کیا تو آپ نے جواب دیا کہ تو نے میرے بیٹے کی دنیا اور اپنی آخرت خراب کی اور فرمایا میں نے سنا ہے کہ تو میرے بیٹے کو ملنے آجائے فاسطیقین کہتا تھا بیشک میں نے رسول اللہؐ سے اور اپنے والد ابو بکرؓ کا کھانا ناطاق سے بانہا تھا لیکن میں نے یہ حدیث بھی سنی ہے کہ نفیق (قبیلہ کے نام سے ایک کذاب اور ایک ظالم پیدا ہو گا کذاب کو دیکھ چکی ہو) اور ظالم تو ہو حجاجؑ اس حدیث کو سن کر متاثر ہوا اور دوسرے اٹھ کھڑا ہوا۔ چند دنوں کے بعد عبداللہؑ بن مرثد کے حکم سے وہ نیش حجوں سے اُتاری گئی۔

حضرت اسماعیلؑ نے منگو اگر غسل دلو یا نیش کے جوڑ جوڑ الگ ہو گئے تھے غسل دیتے وقت بڑی دقت ہوئی لیکن یہ حیرت ناک منظر بھی حضرت اسماعیلؑ نے دیکھا اور بہت صابر و شاکر رہیں۔

حضرت اسماعیلؑ کا وجود متواضع اور منکسر المزاج ہونے کے اپنی بہن حضرت عائشہؓ صلیغہ منکسر المزاج سے انتہا خوددار تھیں چنانچہ بیان مذکورہ بالا سے واضح ہو گیا کہ آپ کی خودداری حجاجؑ کے کدورت کیساتھ کیا دہی سلوک کرنی تھی **وفات** حضرت اسماعیلؑ نے لایزال کی بارگاہِ مینا کا گنگا کرتی تھیں کہ جب تک میں عبداللہؑ کی نیش نہ دیکھوں

مجھے موت نہ آئے چنانچہ حضرت عبداللہ کی شہادت کو ایک مہینہ بھی نہ گزرا تھا کہ حضرت اسماء نے اپنی حیات ستعا کے سو سال پورے کر کے جمادی الاول ۳۷ھ میں بمقام مکہ معظمہ کل نفس ذائق الموت کا جام نوش کر کے سفر آخرت اختیار کیا حضرت اسماء کی عمر باوجودیکہ سو برس کی تھی لیکن ایک ذات بھی نہ ٹوٹا تھا اور ہوش و حواس بالکل درست دراز و بکیم ضخیم تھیں تمام قوی صحیح و سالم تھے حضرت اسماء آخر عمر تک مصائب کا شکار و زین ۳۷ھ میں ان کے شہر حضرت زبیر واقعہ اجل سے واپس آ رہے تھے تو ایک شخص عربین جو بڑا لجاجشی نے وادی اہلبکع میں ان کو قتل کر دیا۔ حضرت اسماء کو جب اس جانکاہ واقعہ کی خبر پہنچی تو بہت رنجیدہ ہوئیں اور اسی غم و فلامین میں یرثیہ بیان پر لائیں۔

اُدھر شوہر کی کُنات اور ادھر نخت جگر اور نظر عبد اللہ کی شہادت و دونوں واقع قیامت سے کم نہ تھے لیکن
مرحبا کہ باوجود ان سخت واقعات کے جس عزم و استقلال اور صبر و شکر سے کام لیا وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔
ایسی نظیر تاریخ میں بہت کم دستیاب ہو سکتی ہے خدا سب کو ایسی ممتاز خاتون کا متبع کرے
اور شاہد ابدین صبر و تحمل کی توفیق دے۔

۱- مستجاب ص ۲۶، ۲- مستجاب ص ۷۸، ۳- داسد الفاخر ص ۳۰۳ و نشر معارف، ۴- اصابع معدیه ص ۹۵، ۵- در التوبه

مصنفه احقر العباد

فقط مقصود احمد شیخ صدیقی قادری

بمقام
۱۳۲۲
۱۹۲۲